بشریتِ انبیاءؑ
حضرات انبیاؑ کے مرتبہ بشریت کی تحقیق وتفصیل
قرآن مجید کی روشنی میں
مولانا عبدالماجد دریابادی
مجلس نشریات اسلام

فہرست مضامین

پیش لفظ

عم محترم مولانا عبدالماجدؒ دریابادی نے تفسیر قرآن انگریزی اور اردو کی تکمیل کے بعد قرآنیات سے متعلق چند رسائل مرتب کرکے شائع فرمائے تھے۔ انہیں میں یہ رسالہ بشریت انبیاء بھی تھا۔ پہلا ایڈیشن صدق جدید بک ایجنسی لکھنؤ نے شائع کیا تھا۔ ایڈیشن عرصہ ہوا ختم ہو چکا تھا۔ اپنی اس کتاب کے بارے میں مولاناؒ نے جو کچھ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرمایا تھا حسب ذیل ہے:-

"ایک اور نئی بالکل نئی چیز ان سب (سیرت نبوی قرآنی۔ الحیوانات فی القرآن وغیرہ) کے بعد حال ہی میں تیار ہو کر نکلی ہے۔ فضائل انبیاء سے سارا دفتر بھرا ہوا ہے لیکن اس کے مقابل کی چیز یعنی بشریت انبیاءؑ کی طرف شاید کسی کا بھی ذہن ہی نہیں منتقل ہوا اور ناری طور پر لوگوں کے دماغ غلو فی العقیدت سے لبریز ہیں۔ بڑی ضرورت اس میں اعتدال پیدا کرنے کی تھی تاکہ عقیدۂ توحید کمزور و مجروح نہ ہونے پائے۔ اللہ کے فضل و کرم نے دستگیری کی اور سنہ ۱۹۵۹ء یا سنہ ۱۹۶۰ء میں "بشریت انبیاء قرآن مجید میں" کے عنوان سے ایک کتاب اوسط ضخامت کی چھپ کر تیار ہو گئی۔" (آپ بیتی ماجدی صفحہ ۳۴۱)

مولاناؒ کی یہ کتاب جو اپنے موضوع پر منفرد اور وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی تھی خاصی مقبول ہوئی اور ملت کے اہل نظر نے اسے بڑی قدر کی نظر سے دیکھا۔ ساتھ ہی عقیدت میں غلو رکھنے والوں اور "خدا و شریعت" خوش عقیدگی کے پردہ میں تجاوز کرنے والوں نے اس کتاب پر مخالفانہ اظہار رائے بھی کیا۔

حکیم عبدالقوی دریابادی ایڈیٹر صدق جدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

حضرات انبیاء کے فضائل و مناقب پر اتنا زیادہ لکھا جا چکا ہے کہ اس پر اضافہ کی بہ ظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ بلکہ اکثر پچھلوں نے تو کثرت اگلوں کی تحریروں کو دہرا دینے کو کافی سمجھ لیا ہے۔

یہ غالباً اسی کا نتیجہ ہے کہ مسئلہ کے دوسرے رخ پر پردے پڑ گئے۔ اور قرآن مجید نے توحید باری کے خالص و بے آمیز رکھنے پر اتنا زور دیا کہ وہ پہلو نظروں سے غائب ہی ہوگیا۔ اور دلوں میں عقیدہ کچھ ایسا قائم ہوگیا کہ جیسے حضرات انبیاء حدود بشریت سے تجاوز کر کے حد الوہیت پر نہ آ گئے تھے، جب بھی قریب قریب الوہیت تک ضرور پہنچ گئے تھے۔ اور غیر حضرات انبیاء کا درجہ تو پھر ہے ہی خوش عقیدگی کے غلو میں ہر ولی، ہر صدیق ہر بزرگ کو بشری تقاضوں سے بالاتر سمجھا جانے لگا۔ گویا وہ ایسی چیز ہی نہیں، کہ بھوک پیاس انہیں ستائے، نفس کی مرغوبات سے متاثر ہوں، کسی پر غصہ کریں یا کسی سے ڈر یا دب جائیں۔ اور کوئی شے بھی ان کے دائرہ علم سے باہر ہو۔

اس قسم کے عقائد شریعت اسلامی اور قرآن مجید کی صحیح تعلیمات کے یکسر منافی ہیں اور دلوں میں رب العزت کی جو عظمت قائم ہونا چاہئے اس میں مخل۔ قرآن مجید نے حضرات انبیاء کو، اکابر انبیاء کو محض بشر بنا کر پیش کیا ہے۔ اور ان کی بشریت کے ایک ایک جزئیہ کو نمایاں کیا ہے۔ اس عاجز نے جب دیکھا کہ بڑے بڑے اہل علم اس مسئلہ میں خاموش ہیں، اور غلط عقیدے ان کے طومار کے طومار بڑھتے چلے جاتے ہیں، تو اپنی بے بضاعتی کے پورے احساس کے باوجود خود ہی اس موضوع پر قلم اٹھانے کی جرأت کی، اور چند باب قائم کرکے ان کے ماتحت قرآنی تصریحات اس بارے میں نقل کر دیں۔ خدا اس کے صحیح حصے کو خلق کے حق میں نافع اور اپنے درمیان مقبول بنائے۔ اور جو حصہ بندہ کی غلط فہمی سے شامل ہوگیا ہو، اس سے درگزر فرمائے۔

مضمون کی نوعیت ایسی ہے کہ ایک ہی آیت کی تکرار مختلف عنوانوں کے ماتحت بعض اوقات ناگزیر ہوگئی ہے۔

عبد الماجد

دریاباد، بارہ بنکی
جولائی سنہ ۱۹۵۹ء
محرم سنہ ۱۳۷۹ھ

باب ①

عبدیت، بشریت، مسئولیت

مشرک قوموں کو بڑی اور اصل ٹھوکر قبول رسالت کی راہ میں انبیاءؑ کی بشریت ہی سے لگی ہے۔ وہ اوتار یا مظہر خدا کا عقیدہ تو رکھ سکتے تھے اس مظہر خدا کی پرستش بھی ان کی سمجھ میں آجاتی تھی۔ لیکن یہ ماننے یا سمجھنے کو کسی طرح تیار نہ ہوتے تھے، کہ کسی انسان کو ہادی یا رہبر تو کہا جائے، لیکن پرستش و معبودیت صرف ایک اَن دیکھے خالق و پروردگار کا حق محفوظ رہے۔ مسیح اگر سچے ہیں، اور ان پر ایمان لانا واجب ہے تو بس عبادت کے بھی حقدار وہی ٹھہرے۔ یہ الٹی منطق ان کے دماغ کے رگ و ریشے میں پیوست کئے ہوئے تھی۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ پر ضرب بار بار اور مختلف پیرایوں میں لگائی۔

کہیں ارشاد ہوا کہ:

① مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (آل عمران، ع ۸)

کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تو اُسے کتاب اور فہم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم میرے بندے بن جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔

اور کہیں یوں ارشاد ہوا کہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ مرسلین و ملائکہ کی عبادت کا حکم دے، یہ تو صاف تعلیم کفر کی ہوئی۔

② وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا

اللہ تمہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور

الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۗ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران، ع ۸)

پیغمبروں کو پروردگار ٹھہرا لو. کیا وہ تمہیں حکم کفر کا دے گا، بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو؟

بشریت، اس مشرکانہ منطق میں، منافی تھی رسالت و نبوت کے۔ وہ ہادی ہو کیونکر سکتا ہے، جو بشر ہے؟ طنز و تعریض کے ساتھ، ہر دور کے مشرکین یہی سوال بار بار پیش کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید نے بھی یہ حکایت دہرا دہرا کر نقل کی ہے۔

(۳) ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ؗ (التغابن، ع ۱)

یہ (عذاب الٰہی) اس لئے ہوا کہ اُن کے پاس اُن کے پیغمبر کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تو یہ (حیرت و انکار سے) کہتے تھے کہ کیا ہماری ہدایت کوئی بشر (محض) کرے گا۔

جو اپنے پیغمبروں کے منہ پر کہتے کہ تم کیا ہو، بجز اس کے ایک ہمارے ہی جیسے بشر ہو (اور بشر بھی کہیں بشر کا ہادی ہو سکتا ہے؟)

(۴) قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (ابراہیم، ع ۲)

تم اور ہو کیا، سوا اس کے کہ ہم ہی جیسے ایک بشر ہو۔

(۵) قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یٰس، ع ۲)

تم اور ہو کیا، سوا اس کے کہ ہم ہی جیسے ایک بشر ہو۔

حضرت صالحؑ پیغمبر برحق ہوئے ہیں، اُن سے کہا۔

(۶) مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الشعراء، ع ۸) — تم بس ہم جیسے ایک بشر ہی تو ہو۔

اور اسی گستاخانہ لہجہ میں دوسرے پیغمبر برحق حضرت شعیبؑ سے بولے۔

(۷) وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (الشعراء، ع) — اور تم ہم جیسے ایک بشر ہی تو ہو۔

اور جب سامنے کہتے تھے یہ دیدہ دلیری تھی، تو پیچھے کہنے میں کیا باک ہو سکتا تھا،

ایک دوسرے سے کہتے:

(٨) أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ○ — کیا خدا نے رسول بنا کر ایک بشر کو بھیجا ہے؟

(بنی اسرائیل - ع ۱۱)

اور کہیں یوں آپس میں چرچے کرتے۔

(٩) هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ — یہ (مدعی نبوت) بس ایک بشر ہی تو ہیں، تم ہی جیسے۔

(الانبیاء - ع ۱)

نوحؑ جیسے پیغمبر جلیل القدر کی یوں آپس میں ہنسی اڑاتے۔

(١٠) مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ (المومنون ع ۲) — یہ شخص تو بس ایک بشر ہے تم ہی جیسا، چاہتا یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے۔

حضرت نوحؑ کے بعد ایک اور پیغمبر برحق آئے۔ اُن بیچارے کی یوں خرابی لگائی گئی۔

(١١) مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ○ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ○ — بس یہ تو ایک بشر ہیں تم ہی جیسے۔ کھاتے وہی ہیں جو تم کھاتے ہو اور پیتے وہی ہیں جو تم پیتے ہو۔ اور اگر کہیں تم اپنے ہی جیسے ایک بشر کے کہنے پر چلنے لگے تو تم تو بالکل ہی گھاٹے میں آگئے!

(المومنون - ع ۳)

پھر جب سینکڑوں ہزاروں برس بعد حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پیغمبری کا نشان لے کر پہنچے تو فرعون اور فرعونیوں کو قبول حق کی راہ میں بڑی دشواری ان داعیان حق کی بشریت ہی نظر آئی۔

(١٢) فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ ○ — وہ بولے کیا ہم ان دونوں پر ایمان لے آئیں جو ہم ہی جیسے بشر ہیں۔ درآنحالیکہ ان کی قوم ہماری محکوم ہے!

(المومنون - ع ۳)

اس سارے طنز و تعریض، تکذیب و انکار، تمسخر و استہزاء کے جواب میں یہ کبھی ایک بار بھی نہ ہوا، کہ اُدھر سے اصل حقیقت کے اظہار میں کچھ بھی ضعف آیا ہو، یا بشریت انبیاء کے مرکزی اور کلیدی عقیدہ میں کہیں سے کچھ بھی کمزوری پیدا ہونے پائی ہو، بلکہ پیمبروں کی زبان سے صاف صاف اور دھڑلے سے کہلا یا گیا، کہ بیشک ہم بشر ہی ہیں، اور تم ہی جیسے بشر۔

(۱۳) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (ابراہیم۔ ع ۲)	اُن کے پیمبروں نے اُن سے کہا کہ بے شک ہم بشر ہی ہیں، تم ہی جیسے۔

سرور انبیاءؐ کو ارشاد خصوصی اس کا ہوا ہے کہ اپنی بشریت کا اعلان کرتے رہیں۔

(۱۴) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل ع ۱۰)	آپ کہہ دیجئے، کہ سبحان اللہ۔ میں بجز اس کے اور ہوں کیا، کہ بشر ہوں، رسول ہوں۔

دوسری بار، اور تیسری بار ایسا ہی تصریحی اعلان بشریت کا حکم ملا۔

(۱۵) قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ (الکہف۔ ع ۱۲)	آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا ایک بشر ہوں (بس فرق یہ ہے کہ) مجھ پر وحی آتی ہے۔
(۱۶) ایضاً (حٰم السجدہ۔ ع ۱)	(ایضاً)

وصف بشریت ہی سے ملا ہوا ایک پہلو وصف عبدیت کا ہے، مشرکوں کی سمجھ میں یہ عبدیت کا پہلو بھی کبھی نہیں آیا۔ ہر بزرگ، مقدس ہستی، اُن کے خیال میں لامحالہ فوق البشر ہوگی۔ اور جب فوق البشر ہوگی۔ تو عبد محض کیسے ہو سکتی ہے؟ لامحالہ یا تو خدا ہوگی یا نیم خدا، دیوتا یا دیوی۔ اور اس حیثیت سے۔ خالق یا قادر نہ سہی، لیکن کسی درجہ میں معبود و حاجت روا تو ضرور ہی ہوگی۔ قرآن مجید نے مشرکانہ منطق کے اس مغالطہ کی تردید قدم قدم پر کی ہے، اور پیمبروں کی عبدیت کا اثبات شد و مد سے کیا ہے۔

سب سے زیادہ قوت و شدت کے ساتھ اُلوہیت و شاید حضرت مسیحؑ کی عبدیت کا کیا گیا ہے، اور مسیحیوں نے آپ کو بجائے عبد کے معبود کے درجہ پر رکھا ہے۔ اس لئے آپ کے نام کی تصریح اس سلسلہ میں اور ضروری تھی۔ ارشاد ہوا ہے،

(۱۷) لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ — مسیحؑ کو اس سے (ذرا بھی) عار نہیں کہ وہ اللہ کے عبد ہوں۔ (النساء ع ۲۳)

اور مزید تاکید کے لئے اس وصف کو خود آپ کی زبان سے دہرایا ہے۔ آپؑ نے شروع ہی میں اپنی زبان سے کہہ دیا۔

(۱۸) اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ○ — میں تو اللہ کا عبد ہوں۔ اسی نے مجھ کو کتاب دی اور اسی نے مجھے نبی بنایا۔ (مریم ع ۲)

یہ اثبات عبدیت، دوسرے پیمبروں کے حق میں بھی ان کے نام کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حضرت زکریاؑ کے سلسلہ میں ہے،

(۱۹) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ○ — یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی کا اپنے عبد زکریاؑ پر۔ (مریم ع ۱)

اور نبی قدیم حضرت نوحؑ کے ذکر میں ان کا نام لینے کے بعد ہے۔

(۲۰) اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ○ — بے شک وہ ایک عبد شکر گزار تھے۔ (بنی اسرائیل ع ۱)

ایسی ہی صراحت داؤد نبیؑ کے لئے بھی ہے، جو دنیوی جاہ و حشمت کے لحاظ سے بھی پُر قوت تھے۔

(۲۱) وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ — ہمارے عبد داؤدؑ بڑی قوت والے کو یاد کیجئے وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔ (ص ع ۲)

مابعد، آپ کے فرزند سلیمانؑ ذی شان کا بھی ذکر اس وصف کے ساتھ ہے۔

(۲۲) وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ (صٓ - ع ۳)

اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ عطا کیا۔ بہت اچھے عبد تھے۔ بہت رجوع ہونے والے تھے۔

پھر ذکر ایوب علیہ السلام کا ہے۔ اُن کی بھی ثنا اسی عبدیت کے تحفے سے مُزین ہے۔

(۲۳) وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ ۘ (صٓ - ع ۴)

یاد کیجئے ہمارے عبد ایوبؑ کو۔

دوبارہ اُن کی مدح پھر اسی وصف کے ساتھ آئی ہے۔

(۲۴) نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ (صٓ - ع ۴)

کیا اچھے بندے تھے۔ وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔

تین اور پیمبران جلیل کا ذکر ایک ساتھ چلا ہے۔ اور عبدیت سے موصوف ہونے میں تینوں شریک ہیں۔

(۲۵) وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ۝ (صٓ - ع ۴)

اور یاد کیجئے ہمارے عباد ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کو جو بڑی قوت والے اور بڑے بصیرت والے تھے۔

یہ سب تذکرے دوسرے انبیاء کے تھے۔ سید الانبیاءؐ کی عبدیت قرآن مجید نے اور زیادہ تکرار کے ساتھ بیان کی ہے۔

خود وہ آیت جہاں تعارف آپؐ کے سب سے بڑے معجزے قرآن مجید کا کیا ہے، وہاں آپؐ کو لقب کوئی اور نہیں، یہی "عبد" دیا گیا ہے۔

(۲۶) وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۝ (البقرۃ - ع ۳)

(اے منکرو) اگر تمہیں شک ہے اس (کتاب) کے بارے میں جو ہم نے اپنے عبد پر اتاری ہے تو تم بھی ایک سورت اسی کی سی لے آؤ۔

اس اعجازِ قرآنی کے بعد آپؐ کا ایک دوسرا مشہور و نمایاں معجزہ سفرِ معراج کا ہے، اس سلسلہ میں آپ کی نسبت حق اللہ کا اظہار اسی وصفِ عبدیت ہی کے ساتھ کیا ہے۔

(۲۷) سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل - ع ۱)

پاک ذات ہے وہ جو لے گیا (تھا) رات اپنے عبد کو مسجدِ محترم سے دور والی مسجد تک۔

تیسری جگہ پھر محلِ لطف و عنایت پر آپ کے ذکر میں کفایت اسی وصف پر کی گئی ہے۔

(۲۸) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ○ (الفرقان - ع ۱)

عالی شان ذات ہے وہ جس نے یہ فیصلہ (کی کتاب) اپنے عبد پر نازل کی، تاکہ وہ دنیا جہان کے لئے نذیر ہوں۔

چوتھی بار پھر موقع تخصیص پر ذکرِ مبارک اسی وصفِ عبدیت کے ساتھ ہے۔

(۲۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ (الکہف - ع ۱)

ساری ستائش اس اللہ کے لئے ہے جس نے (یہ) کتاب نازل کی اپنے عبد پر اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔

پانچواں موقع پھر انعام و کرم خصوصی کا ہے، اور وہاں بھی ذکرِ جمیل اسی عنوان سے ہے۔

(۳۰) هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖٓ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (الحدید - ع ۱)

وہ (اللہ) ایسا ہے جو اپنے عبد پر کھلی ہوئی آیتیں نازل کرتا ہے کہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے آئے۔

یہ سارے مقامات وہ ہیں، جہاں بشریت (اور عبدیت) کا اطلاق حضرات انبیاء، خصوصاً سید الانبیاء کی ذات پر صراحت کے ساتھ ہوا ہے لیکن ان کے علاوہ کثرت سے مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں ان کے حق میں وصفِ بشریت صراحۃً نہیں، دلالۃً یا تضمن

دلایا گیا ہے یعنی ایسے عوارض بیان کر دیئے گئے ہیں ، جو بشریت سے منفک نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے لوازم میں داخل ہیں ۔

چنانچہ اہم ترین لوازم بشریت سے یہ ہے کہ انبیاء اس دنیا میں غیر فانی نہیں ، فنا پذیر ہوتے ہیں ۔ اور اُن کے جسد کو ضرورت بدل ما یتحلل یا کھانے پینے کی برابر رہتی ہے اس کو یوں بیان فرمایا گیا ہے ۔

(۳۱) وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○ (الانبیاء ۔ ع ۱)

اور ہم نے ان پیغمبروں کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھاتے پیتے نہ ہوں ، اور نہ وہ (لوگ) ہمیشہ رہ جانے والے تھے ۔

حضرات انبیاء یہی نہیں کہ عام انسانوں کی طرح فانی ہوتے ہیں ۔ اور کھاتے پیتے ہیں ، بلکہ بازاروں میں چلتے پھرتے بھی ہیں ۔

(۳۲) وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط (الفرقان ۔ ع ۲)

اور ہم نے آپ سے قبل جتنے پیغمبر بھیجے ، سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے ۔

صاحب اہل و عیال ہونا ، اولاد کی طلب و تمنا دل میں ہونا ، اس کی دعا کرنا ، ازواج کے حق میں دعائے خیر کرنا ، یہ سب اوصاف بشری ہیں ۔ اور ان سب کا ذکر اسی کتاب میں ایک دوسرے عنوان کے ماتحت ملے گا ۔ سن کا بڑھنا ، کہولت میں ضعف جسمانی کا ظاہر ہونا ، ضعیفی میں اولاد کی طرف سے مایوسی ، یہ بھی سب بشریت ہی کے عناصر ہیں ، اور ان کی تفصیل بھی اسی کتاب میں ایک مستقل عنوان کے ماتحت ملے گی ۔

یہاں بعض مثالوں تذکرے کافی ہوں گے ۔ ایک مقام یہ ہے کہ فرشتے حضرت ابراہیم کو فرزند صالح کی بشارت دیتے ہیں ۔ آپ کی نظر اپنے سن پر جاتی ہے ، اور ہر بشر کی طرح آپ بھی اس بشارت پر حیران رہ جاتے ہیں ۔

اور اُن میں پورے اُترے۔

بیت اللہ کی معماری کا کام انہوں نے اپنے فرزند اسمٰعیلؑ سے مل کر کیا ہے۔

(۳۷) وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ (البقرہ ع ۱۵) — اور وہ وقت یاد کرو، جب ابراہیم و اسمٰعیل کے ساتھ (مل کر) بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔

اور یہ مخلصانہ طاعت و عبادت کے قبول کی دعائیں کرتے جاتے تھے۔

(۳۸) رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (البقرہ ع ۱۵) — اے ہمارے پروردگار، اسے ہماری طرف سے قبول بھی کر تو ہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا۔

اور مزید طاعت و عبادت کے خواستگار و حریص تھے۔

(۳۹) رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ ... وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ (البقرہ ع ۱۵) — اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا (اور زیادہ) فرماں بردار بنا لے .... اور ہم کو ہمارے حج کے احکام بتا دے، اور ہم پر رحمت سے توجہ فرما، بیشک تو ہی ہے بڑا توجہ فرمانے والا، بڑا رحم کرنے والا۔

اسی اسلام پر قائم رہنے کی وصیت ابراہیم خلیلؑ اپنے لڑکوں اور پوتے کو کر گئے۔

(۴۰) وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (البقرہ ع ۱۶) — اور اسی (توحید) کا حکم دے گئے ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور (اپنے پوتے) یعقوب کو بھی، اے میرے بیٹو، اللہ نے اس دین کو تمہارے لئے منتخب کر لیا ہے سو تمہیں موت آئے تو صرف اسی حالت اسلام پر۔

خود یعقوب علیہ السلام بھی اسی دینِ توحید کی وصیت، بسترِ مرگ پر، اپنی نسل کو کر گئے۔

(۲۱) اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (البقرۃ ـ ع ۱۶)

جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے، وہ بولے ہم اسی خدا کی پرستش کریں گے جس کی آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کرتے آئے ہیں یعنی خدائے واحد کی، اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر جہاں مدح کے ساتھ آتا ہے، وہاں یہ بھی ہے کہ وہ خود تو خیر، اپنے گھر والوں پر بھی نماز و زکوٰۃ کی تاکید رکھتے تھے۔

(۲۲) وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۔ (مریم ـ ع ۴)

وہ اپنے گھر والوں کو حکم دیتے رہتے تھے نماز اور زکوٰۃ کا۔

متعدد پیغمبروں کے اوّاب و اوّاہ ہونے کا تذکرہ اُن کی عبدیت کے سلسلہ میں آچکا ہے۔

ابراہیمؑ نے باایں کمالِ مرتبتِ ایمان، مزید اطمینانِ قلب کی خاطر مشاہدۂ بعض خوارق و عجائب کی درخواست کی۔

(۲۳) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰي وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۔ (البقرۃ ـ ع ۳۵)

اور وہ وقت یاد کرو، جب ابراہیم نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کیونکر زندہ کرتا ہے، ارشاد ہوا کیا تمہیں اس پر ایمان نہیں۔ بولے (ایمان) کیوں نہ ہوگا لیکن اپنے قلب کو مطمئن (فرما) لیجئے۔

حضرت عیسیٰؑ، جنہیں ان کی امت کے بڑے بڑے عالم و فاضل تک ابن اللہ مانتے رہے ہیں، خود ان کی زبان سے دعوت توحید یوں قرآن نے نقل کی ہے۔

(۲۴) إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝ (آل عمران - ع ۵)
بے شک اللہ ہی میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، بس اسی کی پرستش کرو، سیدھی راہ یہی ہے۔

آپ کی پیدائش کا طریقہ اگر خارقِ عادت تھا، تو ہوا کرے، بہرحال اس سے آپؑ کے بشر اور خاکی الاصل ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے۔ آخر حضرت آدمؑ کی پیدائش کا طریقہ تو عام بشری طریق توالد و تناسل سے بالکل ہی الگ تھا۔

(۲۵) إِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ (آل عمران - ع ۶)
عیسیٰؑ کی مثال تو اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے انہیں اس نے مٹی سے پیدا کیا، اور ان سے کہا کہ ہو جاؤ تو وہ ہو گئے۔

حضرت عیسیٰؑ کی ذات چونکہ ابنیت الٰہی و والدیت الٰہی والے شرک کی مرکز خصوصی رہ چکی ہے۔ اس لئے آپ کی بشریت و عبدیت پر تو سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے، یہاں تک کہ حشر میں بھی آپ سے یہ سوال ہوگا۔

(۲۶) ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ۔ (المائدہ - ع ۱۶)
کیا تم (دنیا میں) لوگوں سے یہ کہہ آئے تھے، کہ مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنا لو اللہ کے علاوہ؟

اور جواب خدمتِ آپ کی طرف سے یہ عرض ہوگا۔

(۲۷) سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ۔ (ایضاً)
تو پاک ذات ہے، میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا تھا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہ تھا۔

سب سے زیادہ زور و تاکید، تکرار و تصریح، قرینۂ سرور انبیاء، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مسئولیت اور اُس کے مظاہر و آثار پر ہے۔

بار بار ارشاد ہوا ہے کہ کہیں خود ہی اس پیام حق سے متعلق شبہ اور دھوکے میں نہ پڑ جایئے۔

(٤٨) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ (البقرۃ۔ ع ١٧) — یہ حق آپ کے پروردگار کی طرف سے ہے، تو کہیں ہرگز آپ شک کرنیوالوں میں نہ ہو جایئے گا۔

(٤٩) " " (الانعام۔ ع ١٤) " "

(٥٠) " " (یونس۔ ع ١٠) " "

اور ایک بار ذرا سے اختلاف کے ساتھ۔

(٥١) فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (آل عمران۔ ع ٦) — تو آپ شک کرنے والوں میں نہ ہو جایئے گا۔

اور یہی مضمون ایک دوسرے انداز سے۔

(٥٢) فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ۔ (ہود۔ ع ٢) — آپ اس (قرآن) کے بارے میں شک میں نہ پڑیئے۔

ایک بار ذرا خفیف لفظی تغیر کے ساتھ۔

(٥٣) فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰؤُلَاءِ۔ (ہود۔ ع ٩) — آپ ان چیزوں سے متعلق شک میں نہ پڑیے جن کی لوگ پرستش کرتے رہتے ہیں۔

رسول پر جو وحی قرآنی نازل ہوتی ہے۔ اس پر ایمان لانے کے مکلف جس طرح عام مومنین ہیں، خود رسول بھی ہے۔

(٥٤) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ (البقرۃ۔ ع [illegible]) — رسول (خود) ایمان لائے اس پر جو کچھ ان پر اللہ کے پاس سے نازل ہوا اور مومنین (بھی)

خاص طور پر آپ کو حکم ملا ہے کہ خیانت کرنے والوں کی حمایت و طرفداری نہ کریں۔

(۵۵) وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا — آپ خائنوں کے طرف دار نہ بن جائیں۔

(النساء ع ۱۶)

اور اسی سے متصل، اسی سے ملتی جلتی یہ دوسری ہدایت بھی۔

(۵۶) وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ۔ (النساء ع ۱۶) — آپ ان لوگوں کی طرف سے وکالت نہ کیجئے جو اپنے ہی نفسوں کو نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔

اللہ کے خصوصی فضل وکرم نے آپ کو سنبھالے رکھا، ورنہ مخالفین تو یہ تہیہ کر بیٹھے تھے کہ خود آپ ہی کو راہ سے برگشتہ کر رکھیں۔

(۵۷) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ۔ (النساء ع ۱۷) — اور اللہ کا خصوصی فضل وکرم آپ پر نہ ہوتا تو ان لوگوں کے ایک گروہ نے اس پر کمر ہمت باندھ ہی لی تھی کہ آپ کو گمراہ کر کے رہیں۔

آپؐ اس پر مامور تھے کہ آپ پر جو کچھ بھی نازل ہوا ہے، اسے پورے کا پورا پہنچا دیں، اور اگر آپؐ نے اس میں کچھ بھی کوتاہی کی، تو گویا آپ نے کوئی بھی پیام نہیں پہنچایا۔

(۵۸) يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ۔ (المائدہ ع ۱۰) — اے رسول آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے جو کچھ بھی نازل ہوا ہے وہ آپ (سب) پہنچا دیجئے، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپؐ نے اللہ کا ایک پیام بھی نہیں پہنچایا۔

خود آپؐ کی زبان سے کہلایا گیا ہے کہ میں تو دعوت توحید و اجتناب شرک پر مامور ہوں، خود اپنے ہی متعلق ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوتاہی کر کے مستحق عذاب نہ بن جاؤں۔

(۵۹) قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ — آپ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں اسلام سب سے پہلے لاؤں، اور تم مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جاؤ۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے پروردگار کا

يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ (الانعام۔ع ۲) کی نافرمانی کروں تو میں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اور اس سے ذرا آگے بڑھ کر یہ نہ کہہ آپ کی زبان سے اسی دعوت توحید و اجتناب شرک کی کرائی گئی ہے۔

(۹۰) اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۔ (الانعام۔ع ۲)

کیا تم سچ مچ یہی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو (یہ) گواہی نہیں دیتا آپ کہہ دیجئے کہ وہ تو بس ایک معبود ہے اور میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

آپ کو اس کی تمنا کہ بس ہوئی کہ سب کا ہدایت پر جمع ہو جانا مشیت تکوینی کے خلاف ہے، اور آپ کا اس تمنا میں پڑنا ایک شائبہ جاہلیت رکھنے کے مترادف ہے۔

(۹۱) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔ (الانعام۔ع ۴)

اور اگر اللہ کی مشیت یہ ہوتی تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا تو آپ جاہلوں میں نہ ہو جائیے۔

آپ کی زبان حقیقت ترجمان سے یہ حقیقت صاف صاف کہلا دی گئی کہ میں نہ خزائن پروردگار کا مالک، نہ عالم الغیب، نہ فرشتہ، بلکہ صرف وحی الٰہی پر چلنے والا ہوں۔

(۹۲) قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ۔ (الانعام۔ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس میرے پروردگار کے خزانے ہیں اور نہ میں علم غیب رکھتا ہوں۔ اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو بس جو کچھ وحی میرے اوپر آتی ہے، بس اسی کی پیروی کر رہا ہوں۔

آپ سے بھی بار ہا ایسی ہی ہوتی۔ جیسی ہر فرد بشر سے ہوتی، اگر کہیں آپ سے کوئی

لغزش ہو گئی ہوتی۔ جو لوگ اپنی محبت میں آپ کے اردگرد جمع رہتے، اُن کے ہٹا دینے کا نامعقول مطالبہ منکرین کی طرف سے پیش ہوتا رہتا۔ آپؐ سے ارشاد ہوا کہ اگر آپؐ کہیں ان پر عمل کر گزرے، تو آپ کا شمار بھی "ظالموں" میں ہو جائے گا۔

(۶۳) .... فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الانعام، ع ۶)

..... کہ آپ اُن کو دھتکار دیں (اگر آپ نے ایسا کیا) تو آپ بھی ظالموں میں ہو جائیں گے۔

اور مشرکوں کی فرمائش شرک کی (بہ فرضِ محال) تعمیل تو آپ کو کھلے طور پر گمراہوں میں شامل کر دے گی۔

(۶۴) قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۔ (الانعام، ع ۷)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو تو اس کی ممانعت ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جن کو تم لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہاری خواہش کی پیروی نہ کروں گا، ورنہ میں بےراہ ہو جاؤں گا، اور راہ یاب لوگوں میں نہ رہوں گا۔

گویا عظمت و مقبولیت کوئی ایسی شے نہ تھی۔ جو کسی نبی کی ذات کے ساتھ چپک کر رہ گئی ہو، پیمبر کا سارا تقدس تو اسی وقت تک ہے، جب تک اس کا گہرا رشتہ رضائے الٰہی سے جڑا ہوا ہے۔

خود کوئی لغزش و بے عملی تو الگ رہی، نافرمانوں، سرکشوں کے ساتھ ہم نشینی تک شیطانی عمل قرار پایا۔

(۶۵) وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰي يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰي مَعَ

اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھئے جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں، تو اُن سے الگ ہو جائیے، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (الانعام ع ۸) تو یاد آجانے کے بعد (ایسے) ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھئے۔

انبیاء سابقین میں سے کئی ایک کا نام لے کر ذکر کرنے کے بعد آپ کو ارشاد ہوا ہے کہ بس انہیں کی پیروی کرتے رہیے۔

(۶۶) اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ (الانعام ع ۱۰) یہ لوگ وہ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت کی تھی تو آپ بھی انہیں کے طریق پر چلیے۔

ایک پیمبر جلیل، ابراہیم خلیل کی زبان سے، قبل نبوت، کہلایا جا چکا تھا کہ اگر اللہ کا فضل خصوصی دستگیر نہ رہے، تو میں تو گمراہوں میں شمار ہوتا۔

(۶۷) قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ۔ (الانعام۔ ع ۹) (ابراہیم) بولے کہ اگر میرا پروردگار مجھے ہدایت نہ کرتا رہے، تو میں تو گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔

رسول اللہ کو صراحت کے ساتھ حکم ملا کہ بس وحی الٰہی کی پیروی کرتے رہیے اور مشرکوں کی طرف ذرا التفات نہ ہونے پائے۔

(۶۸) اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ۔ (الانعام۔ ع ۱۳) بس اسی وحی کی جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر اتری ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے بجز اس کے پیروی کرتے رہیے۔ اور مشرکوں سے کنارہ کش رہیے۔

یہ بھی آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ اگر کہیں ان لوگوں کی طرف آپ مائل ہو گئے، تو دنیا میں اکثریت تو ایسوں ہی کی ہے۔ جو آپ کو گمراہ ہی کر کے رہے گی۔

(۶۹) وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (الانعام۔ ع ۱۴) اور روئے زمین پر زیادہ تر جو لوگ ہیں، اگر آپ نے ان کا کہنا مان لیا، تو یہ اللہ کی راہ

سے آپ کو بچا کر ہی رہیں گے ۔

آپ کو یہ بھی کہنے کا حکم ملا، بعد اقرار توحید و رد شرک کے، کہ میں ہی سب سے بڑا مسلم ہوں۔ اور راہ یاب ہونے اور ملتِ ابراہیمی پر چلنے کی توفیق مجھے فضلِ الٰہی ہی سے ہوئی ہے۔

(۷۰) قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔
(الانعام ۔ ع ۲۰)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو سیدھا راستہ میرے پروردگار نے بتا دیا ہے۔ (وہ) ایک دین محکم ہے جو طریقہ ہے ابراہیم راست رو کا، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً میری نماز اور میری ساری عبادات اور میری زندگی اور میری موت یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو پروردگار عالم ہے بلا کسی شریک کے مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں مسلموں میں سب سے پہلا ہوں ۔

آپ کو جو کتاب ملی تھی، آپ اس کی تبلیغ پر مامور تھے، اور آپ کو حکم تھا کہ آپ اس سے تنگی نہ محسوس کریں ۔

(۷۱) كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ
(الاعراف ۔ ع ۱)

یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے اتاری گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ اس سے اپنے جی میں بالکل تنگی نہ پائیں۔

آپ سے پھر کہلایا گیا کہ میں تو بس وحی الٰہی کی پیروی کرتا ہوں میں کوئی اپنی طرف سے کچھ گھڑ گھڑ کے نہیں لاتا ہوں ۔

(۷۲) قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس اسی کی پیروی

مِنْ رَّبِّيْ ۔ (الاعراف ۔ ع ۲۴) کرتا ہوں جو وحی الٰہی میرے اوپر ہوتی ہے

آپ کو تنبیہ کی گئی کہ یادِ الٰہی میں لگے رہیں، اور کہیں غافلوں میں شامل نہ ہو جائیں۔

(۴۳) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ ..... وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ ۔ (الاعراف ع ۲۴)

اور اپنے پروردگار کو اپنے دل میں یاد کرتے رہئے .... اور غافلوں میں سے نہ ہو جائیے۔

یہ نہ تھا کہ آپ کی کسی بات پر کبھی کوئی گرفت الٰہی ہوتی ہی نہ ہو۔ بندہ، دانا ترین ہو کر بھی بہرحال بندہ ہے۔ اس کا علم، علم الٰہی کو کیسے محیط ہو سکتا ہے۔ اعمال و معاملات میں کوئی نہ کوئی پہلو تو بھی اس کی نظر سے رہ ہی جائے گا۔ ایسے ہر موقع پر قرآن مجید میں تنبیہ وارد ہوئی ہے۔

چنانچہ غزوۂ بدر کے بعد جب بعض صحابیوں کے مشورے کے مطابق جنگ کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا، تو اس پر گرفت ان الفاظ میں ہوئی۔

(۴۴) مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۔ (الانفال ۔ ع ۹)

نبی کے لئے مناسب نہ تھا کہ ان کے لئے قیدی باقی رہیں، تاوقتیکہ وہ (نبی) ملک میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لیتے، تم لوگ تو دنیا کا مال و متاع چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے۔

اسی طرح ایک اور غزوہ کے موقع پر جب آپ نے منافقین کو ان کی عذرخواہی سن کر ترکِ جہاد سے معاف کر دیا تھا، تو اس پر گرفت گو بڑی شفقت کے ساتھ، یوں ہوئی۔

(۴۵) عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۔ (التوبہ ۔ ع ۷)

اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ نے ان لوگوں کو کیوں اجازت دے دی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ نہ ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو نہ معلوم کر لیتے۔

مشرکین سے آپ کے اور دوسرے مومنین کے اکثر عزیز ہی ہوتے تھے۔ دوسرے مومنین کی طرح آپ نے بھی طبعی محبت کے اثر سے ان میں بعض وفات پانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کر دی۔ اس پر تنبیہ ان الفاظ میں وارد ہوئی۔

(۷۶) مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ.

نبی اور ایمان والوں کو جائز نہ تھا کہ مشرکین کے حق میں مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ قرابت دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

(التوبہ ۔ ع ۱۴)

جاہل مشرکوں کی طرف سے فرمائش بار بار ہوتی کہ فلاں مضمون کے بجائے فلاں مضمون کیوں نہیں قرآن میں بیان ہوتے۔ جواب آپ کی زبان سے ایک بار پھر یہ کہلایا گیا کہ یہ بھی کوئی میرے اختیار کی بات ہے؟ اور اگر میں (خدانخواستہ) گھڑ گھڑ کر کچھ پیش کر دوں، تو میں خود ہی عذاب میں مبتلا ہو جاؤں!

(۷۷) قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ.

(یونس ع ۲)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے تو نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں کچھ ترمیم کر دوں میں تو بس اسی کی پیروی کروں گا، جو میرے پاس وحی سے پہنچا ہے۔ میں اگر اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں تو ایک بڑے بھاری دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

عقیدۂ توحید اور رد شرک کے مکلف جس طرح سب انسان تھے۔ آپ بھی تھے۔ اور انکار پر جو سزا سب کے لئے تھی، وہی آپ کے لئے بھی تھی، اور آپ کو اس کے اعلان کا حکم ملا۔

(۴۸) ..... فَلَآ أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِي يَتَوَفّٰىكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظّٰلِمِينَ ۔ (یونس ۔ ع ۱۱)

تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ البتہ میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جانیں قبض کرتا ہے۔ اور مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے رہوں۔ اور یہ کہ اپنا رخ دین کی طرف سب سے یکسو ہو کر کیجئے اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جیئے اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی چیز کی عبادت نہ کیجئے، جو آپ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ آپ کو کوئی ضرر۔ اور اگر ایسا کیا، تو آپ کا شمار بھی ظالموں ہی میں ہوگا۔

شدید ترین ہجوم اعدا میں بھی آپ اسی پر مامور رہے کہ فیصلہ الٰہی کا انتظار کریں۔

(۴۹) وَاتَّبِعْ مَا يُوحٰى إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِينَ ۔ (یونس ۔ ع ۱۱)

آپ پیروی اسی کی کرتے رہیئے جو کچھ آپ کے پاس وحی کی جاتی ہے اور صبر کیجئے، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

بشریت کے طبعی تقاضے سے کبھی آپ کے دل میں یہ آنے لگتا، کہ قرآن کے جن حصوں کی مخالفت اتنی شدید کی جاتی ہے۔ انہیں تبلیغ میں چھوڑ ہی دیا جائے۔ یا آپ کبھی معاندین کے اس طنز سے کبیدہ خاطر ہونے لگتے کہ ان پیمبر کے ساتھ خزانہ کیوں نہیں، یا ان کے ساتھ ساتھ کوئی فرشتہ نمودار کیوں نہیں ہوتا۔ ایسے ہر موقع کے لئے حقیقت واشگاف بیان کر دی گئی ہے:

(۸۰) فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحٰى إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ أَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۝ (ہود - ع ۲)

تو شاید آپ اس وحی کا جو آپ کو کی جاتی ہے کچھ حصہ چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس سے کہنے سے تنگ ہوتا ہے کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نہ نازل ہوا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا۔ (حالانکہ) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔

حضرت صالح ایک قدیم پیغمبر برحق گزرے ہیں۔ اُن کی زبان سے یہ ذکر ہوا ہے کہ اگر میں اللہ کے حکم میں کوتاہی کروں تو خود مجھے عذاب الٰہی سے کون بچائے گا!

(۸۱) فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۔ (ہود - ع ۶)

مجھے اللہ کی گرفت سے کون بچا سکے گا اگر میں اس کی نافرمانی کروں۔

حضرت شعیب پیغمبر کی زبان سے کہا گیا ہے کہ جو کچھ بھی کرتا ہوں اللہ ہی کی توفیق سے کرتا ہوں، میرا بھروسہ بھی اسی کی ذات پر ہے اور رجوع بھی اسی کی طرف کرتا ہوں۔

(۸۲) وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔ (ہود - ع ۸)

مجھے تو جو کچھ بھی توفیق ہو جاتی ہے۔ اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

انہیں پیغمبر نے یہ جرأت کی اپنی قوم والوں سے کہا: کہ اچھا اب تم بھی عذاب الٰہی کا انتظار کرو، اور میں بھی اس وقت کا منتظر ہوں۔

(۸۳) وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۔ (ہود - ع ۸)

تم بھی انتظار کرو، اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

آپ کو تاکید کے ساتھ حکم ہے۔ بات جو کچھ بھی ہو آپ کو جو کچھ حکم ملا ہے آپ اسی پر قائم رہیے

(۸۴) فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۔ (ہود ۔ ع ۱۰)
آپ قائم رہیئے اسی پر جو حکم آپ کو ملا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پے در پے قصے انبیاء سابقین کے بیان کرنے سے ایک خاص غرض ہی یہ رکھی گئی ہے کہ خود آپ کے قلب کو قوت پہنچے ۔

(۸۵) وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۔ (ہود ۔ ع ۱۰)
اور پیمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں ۔

پیمبر جلیل حضرت یوسفؑ کی زبان سے اس حقیقت کا اظہار کرایا گیا ہے کہ نفس بشری تو برائی کی بابت تحریک کرتا ہی رہتا ہے ، اور خود میرا نفس کب اس سے اورا و مستثنیٰ ہے !

(۸۶) وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ۔ (یوسف ع ۷)
اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا، نفس تو برائی کی طرف لاتا ہی رہتا ہے ۔

صراحت وتاکید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلایا گیا کہ میں تبلیغ توحید و رد شرک پر مامور ہوں ۔ یہی میری دعوت ہے اور یہی میری منزل مقصود ۔

(۸۷) قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۔ (الرعد ۔ ع ۵)
آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تو اس کا حکم ملا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں ۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے جانا ہے ۔

تہدید کے لہجہ میں آپ سے کہہ دیا گیا کہ اگر آپ نے کہیں مشرکوں کی راہ پر چلنا شروع کر دیا تو ویسا ہی عذاب الٰہی آپ کے لئے بھی ہے ۔

(۸۸) وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ
اور اگر آپ ان کی خواہشوں پر چلنے لگیں بعد اس

بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۔ (الرعد ۔ ع ۵)

کہ آپ کو علم (تحقیقی) پہنچ چکا ہے۔ تو اللہ کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ بچانے والا۔

تبلیغ توحید تمام تر آپ کا ایک فریضہ تھی۔

(۸۹) فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ (الحجر ۔ ع ۶)

غرض آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اسے صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکوں کی پروا نہ کیجئے۔

آپ اس پر مامور تھے کہ عمر بھر توحید و عبادت پر قائم رہیں۔

(۹۰) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ (الحجر ۔ ع ۶)

تو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد میں لگے رہئے اور نماز پڑھنے والوں میں رہئے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

آپ کو بجائے خود اتنا بھی اختیار نہ تھا کہ جو کچھ وحی آپ کو پہنچ چکی ہے، اسی کو آپ محفوظ رکھ لیں، اللہ کے اختیار میں تھا کہ سب سلب کرلے۔ بس رحمت خصوصی ہی آپ کی حامی و دستگیر رہی۔

(۹۱) وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ○ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۔ (بنی اسرائیل ۔ ع ۱۰)

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں۔ پھر اس کے لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے۔ مگر آپ کے پروردگار ہی کی رحمت ہے، بے شک اس کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

آپ کو اس کا بھی حکم ملا کہ صحابیوں میں غریب تر یا جیسے بھی کچھ ہوں انہیں سے دل لگائے رکھئے کہ وہ بہرحال دولت ایمان رکھنے والے ہیں۔ اور ظاہری دولت و شوکت رکھنے

والے اہلِ غفلت سے اپنا رخ بالکل ہٹائے رکھیں۔

(۹۲) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔ (الکہف۔ ع ۴)

اور اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پائیں کہ لگیں (آپ) دنیوی زندگی کی بہار کا پاس کرنے۔ اور ایسے شخص کے کہنے میں آئیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اور وہ اپنی خواہش نفس پر چلتا ہے۔ اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔

آپ کو اس کی ممانعت ہوتی کہ کافروں۔ منکروں کی چند روزہ خوشحالی اور بہارِ زندگی کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھیں، وہ کوئی رغبت کی چیز تھوڑے ہی ہے۔ اس سے تو ان بدبختوں کی محض آزمائش مقصود ہے۔

(۹۳) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ۔ (طٰہٰ۔ ع ۸)

اور آپ اس (ساز و سامان کی) طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے، جس سے ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں کو متمتع کر رکھا ہے کہ وہ دنیوی زندگی کی بہار ہے، اُن کی آزمائش کے لئے۔

آپ کو تو حکم یہ ملا کہ نماز پر نہ صرف خود ہی قائم رہیں، بلکہ اپنے والوں کو بھی قائم رکھیں۔

(۹۴) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (طٰہٰ۔ ع ۸)

اپنے والوں کو بھی نماز کا حکم دیتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔

کافروں، منکروں کی بات ماننا کیسی، آپ مامور تو ان کے خلاف قرآن کے ذریعہ

سے شدید مقابلہ پر تھے۔

(۹۵) فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۔ (الفرقان - ع ۵)

تو آپ کافروں کا کہنا نہ مانئے اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا مقابلہ زور و شور سے کیجئے۔

آپ کو حکم اللہ پر توکل کرنے اور اس کی تسبیح و تحمید کرتے رہنے کا تھا۔

(۹۶) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ۔ (الفرقان - ع ۵)

اور آپ توکل اسی زندہ پر رکھئے جس کو کبھی موت آنے والی نہیں۔ اور اسی کی تسبیح و تحمید کئے جائیے۔

آپ مامور اس پر تھے کہ اپنے عزیزوں قریبوں کو ڈراتے رہیں، اور مومنین متبعین کے ساتھ برتاؤ تواضع کا رکھیں۔ اور آپ کو صاف صاف یہ بھی سنا دیا گیا تھا کہ اگر (بفرض محال) آپ نے کسی غیر اللہ کو پکارا، تو آپ کا شمار بھی معذبین میں ہونے لگے گا۔

(۹۷) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الشعراء - ع ۱۱)

سو آپ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکاریئے گا ورنہ آپ بھی معذبین میں ہو جائیں گے، اور آپ اپنے نزدیکی قرابت والوں کو ڈرائیے۔ اور ان لوگوں سے تواضع کے ساتھ پیش آئیے جو مومن ہو کر آپ کی پیروی کرنے والے ہوں۔

اللہ پر توکل رکھنے کی آپ کو تاکید تھی۔

(۹۸) فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ۔ (النمل - ع ۷)

اور آپ اللہ پر توکل رکھئے۔ آپ یقیناً صریح حق پر ہیں۔

خود آپ کی زبان سے کہلایا گیا، کہ میں تو بس یہ مامور ہوں کہ خدائے ذو الجلال ہی کی عبادت کروں، اور قرآن پڑھ پڑھ کر سناتا رہوں۔

(۹۹) اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّ

مجھے تو بس یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے مالک کی عبادت کروں، جس نے اس کو محترم بنایا،

اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَنْ اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ ۔ (النمل ۔ ع ۷)

اور سب چیزیں اسی کی ہیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں فرماں برداروں میں شامل رہوں اور یہ کہ قرآن پڑھ کر سناتا رہوں ۔

آپ کو مخاطب کر کے صاف صاف کہا گیا کہ آپ تو اس کتاب آسمانی کے امیدوار نہ تھے ۔ یہ تو محض فضل خداوندی سے آپ پر نازل ہوئی ۔ تو آپ کافروں کی طرفداری ہرگز نہ کریں ۔ اور نہ یہ لوگ آپ کو احکام الٰہی کی طرف سے ذرا بھی روکنے پائیں ۔ بلکہ آپ دعوتِ توحید دیتے رہیے ۔ اور مشرکوں میں شامل ہرگز نہ ہو جیئے ۔

(۱۰۰) وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۔ (القصص ۔ ع ۹)

اور آپ کو یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر محض آپ کے پروردگار کی رحمت سے (اس کا نزول ہوا) تو آپ کافروں کے ذرا بھی پشت پناہ نہ بنیے ۔ اور جب اللہ کے احکام آپ کو پہنچ جائیں تو ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ یہ لوگ آپ کو ان سے روک دیں ۔ اور آپ اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہیے اور مشرکوں میں ہرگز نہ شامل ہو جائیے ۔ اور اللہ کے سوا کسی معبود کو نہ پکاریئے ۔

اللہ کے وعدوں پر صبر کیے رہنے کا حکم آپ کو بھی تھا اور یہ تنبیہ بھی کہ کہیں بے دین لوگ آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا کر دیں ۔

(۱۰۱) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۔ (الروم ۔ ع ۶)

سو آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بے یقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے پائیں ۔

اللہ سے ڈرتے رہیے، کافروں، منافقوں کے کہے میں آجایئے ۔ صرف پیروی وحی

کرتے جائیے۔ اور اللہ پر توکل رکھنے کے احکام کے مخاطب آپ ہی ہیں۔

(۱۰۳) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ○ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ○ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۔ (الاحزاب ۔ ع ۱)

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیے، اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے۔ بے شک اللہ بڑا علم والا، بڑا حکمت والا ہے۔ اور جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے وحی آپ پر آتی ہے اس کی پیروی کرتے رہیے۔ بے شک اللہ تمہارے سب اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ اللہ پر بھروسا رکھیے اللہ ہی کافی کارساز ہے۔

اجمالاً انہیں احکام کی تکرار پھر ایک بار ہے۔

(۱۰۳) وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۔ (الاحزاب ۔ ع ۶)

اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے اور ان کی طرف سے جو تکلیف پہنچے اس کا خیال نہ کیجیے۔ اور اللہ پر بھروسا رکھیے اور اللہ کافی کارساز ہے۔

اور جب آپ بہ نفس نفیس مقنن ہر طرح احکام شریعت کے تھے، تو آپ کی ازواج کے ساتھ بھی کوئی رعایت کیوں ہوتی۔ بلکہ ان کے علوئے مرتبہ کے لحاظ سے ان کے لئے تو سزا اور دگنی ہے۔

(۱۰۳) يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۔

اے نبی کی بی بیو! تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی، اس کو سزا بھی دوہری ملے گی۔ اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے۔

(الاحزاب ۔ ع ۴)

ان بی بی صاحبان کے جہاں مرتبے بلند تھے، وہیں ان کی ذمہ داریاں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ فرائض، احکام و تعزیرات میں ان کے ساتھ ذرا رعایت نہ تھی۔

(١٠٥) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

(الاحزاب ع ۴)

اے نبی کی بی بیو، تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اختیار کئے رہو تو تم بولنے میں نزاکت مت اختیار کرو جس سے ایسے شخص کو جو بی پیدا ہونے لگتی ہے جس کے قلب میں بیماری ہے اور جاہلیت قدیم کے دستور کے مطابق اپنے کو دکھاتی نہ پھرو۔ اور نمازوں کی پابندی رکھو، اور زکوٰۃ دیتی رہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔ اللہ کو تو بس یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے، اور تم کو خوب پاک صاف رکھے۔

احکام میں اگر آپ کے مخصوص حالات کی بنا پر کچھ نرمی آپ کی ذات کے ساتھ تھی بھی تو دوسری طرف بعض قیدیں بھی آپ کے لئے زائد تھیں۔ چنانچہ جہاں ازواج مبارک آپ کے لئے چار سے زائد جائز ہوئیں۔ وہیں ایک خاص وقت پر یہ قید بھی آپ کے لئے لگ گئی کہ اب آپ نہ کوئی نیا عقد کرسکتے ہیں اپنی پسند و خواہش کے باوجود، نہ کسی پرانی بی بی صاحبہ کے بجائے کوئی دوسری لاسکتے ہیں۔

(١٠٦) لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ۔ (الاحزاب ع ۶)

اب اس کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے جائز ہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ ان بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں اگرچہ آپ کو ان کا حسن بھلا ہی لگے۔

توحید خالص اور عبادت الٰہی پر ماموریت کا حکم آپ کو دیا جاتا ہے۔

(١٠٧) فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا

آپ عقیدہ خالص کرکے اللہ ہی کی

لَّهُ الدِّيْنَ ۔ (الزمر۔ ع ۱)

عبادت کرتے رہیئے۔

اور آگے چل کر اس سے زیادہ زور و تاکید اور اس کے خلاف پر وعید و تہدید کے ساتھ۔

(۱۰۸) قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّیْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِیْ (الزمر۔ ع ۲)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ دین کو اسی کے لئے خاص رکھوں، اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے پروردگار کا کہنا نہ مانوں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ دین کو اسی کے لئے خالص رکھتا ہوں۔

عذاب کی وعید، شرک پر، جس طرح سب کے لئے تھی، خود آپ کے لئے بھی تھی۔

(۱۰۹) لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ (الزمر۔ ع ۷)

آپ کی طرف بھی اور جو (پیغمبر) آپ سے قبل بھی ہو چکے ہیں، اُن کی طرف بھی وحی آ چکی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا، تو تیرا کیا کرایا کام اکارت جائے گا۔ اور تو یقیناً خسارے میں پڑے گا۔ تو اب اللہ ہی کی عبادت کیجئے اور شکر گزار رہیئے۔

ممانعت شرک و تاکید توحید ایک اور موقع پر۔

(۱۱۰) قُلْ اِنِّیْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (المؤمن۔ ع ۷)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس کی ممانعت ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، جبکہ میرے پاس میرے پروردگار کی نشانیاں آ چکیں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں پروردگار عالم کے سامنے گردن جھکا لوں۔

آپ کو صبر و تحمل کی مزید تاکید۔

(۱۱۱) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۔ (المؤمن - ع ۸)

آپ صبر کئے رہئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔

آپ کی زبان سے ایک بار اس کا اعتراف کہ اللہ ہی پر میرا بھروسا ہے اور اللہ ہی کی طرف میں رجوع کرنے والا بھی ہوں۔

(۱۱۲) ذٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۔ (الشوریٰ - ع ۲)

یہی ہے اللہ میرا پروردگار، اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آپ کو استقامت توحید و طاعت اور اجتناب شرک اور قیام عدل کا حکم ایک بار اور:

(۱۱۳) فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۔ (الشوریٰ - ع ۲)

سو آپ اسی کی طرف بلاتے رہئے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے اس پر قائم رہئے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلئے اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جو بھی کتابیں اتاری ہیں میں ان پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں۔

آپ اس پر مامور تھے کہ کتاب الٰہی سے برابر تمسک کئے رہیں۔ اور یہ کتاب خود آپ کے لئے بھی ایک شرف کی چیز تھی۔

(۱۱۴) فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ ۔ (الزخرف - ع ۴)

آپ تمسک کرتے رہئے اس (کلام) سے جو آپ پر وحی کیا گیا ہے، بے شک آپ سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور یہ (قرآن) باعث شرف ہے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے۔

تاکید کے ساتھ آپ کو حکم ہے کہ آپ پر شریعت الٰہی نازل ہوئی ہے اسی پر قائم و دائم

رہیے۔ اور دوسروں کے طریقے نہ اختیار کیجئے۔ وہ ہرگز اللہ کے مقابلہ میں کام آنے کے نہیں

(۱۱۵) ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا۔ (الجاثیہ۔ ع ۲)

پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا۔ سو آپ اسی پر چلتے رہیے۔ اور بے علموں کی خواہشوں پر نہ چلیے۔ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آ سکتے۔

منکروں کی اذیت رسانی پر آپ کو صبر و ثبات کی تاکید بار بار ہوتی ہے اور قدیم پیمبروں کے اسوہ پر بھی آپ کو توجہ دلائی گئی۔ مثلاً کہیں یہ کہ

(۱۱۶) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ۔ (الاحقاف۔ ع ۴)

تو آپ صبر کیجئے جیسا کہ اولو العزم پیمبر صبر کرتے رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے (عذاب کی) جلدی نہ کیجئے۔

اور کہیں یوں صبر و عبادت کی تاکید ساتھ ساتھ۔

(۱۱۷) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ (ق۔ ع ۳)

ان لوگوں کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد کرتے رہیے آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے چھپنے سے پہلے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح کرتے رہیے اور نمازوں کے بعد بھی۔

اور ایک بار پھر حکم صبر کو حکم تسبیح و حمد کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے۔

(۱۱۸) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔ (الطور۔ ع ۲)

آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے کہ آپ بے شبہ ہماری حفاظت میں ہیں۔ اور اٹھتے وقت اپنے پروردگار کی تسبیح و حمد کیجئے اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور ستاروں سے پیچھے بھی۔

تذکیر کا حکم بھی آپ کو بار بار ملتا رہا ہے۔ کہیں قرآن مجید کی قید کے ساتھ، مثلاً

(۱۱۹) فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ۔ (ق - ع ۳) — آپ قرآن کے ذریعہ تذکیر ہی کرتے رہیے، جو کوئی میری وعید سے ڈرتا ہے۔

اور کہیں بلا اس قید کے اور سرکشوں سے بے تعلقی کے حکم کے ساتھ۔

(۱۲۰) فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ. (الذاریت - ع ۳) — آپ ان (سرکشوں) کی طرف التفات نہ کیجیے، کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں اور تذکیر کرتے رہیے کہ تذکیر ایمان والوں کو نفع دیتی ہے

منکروں، معاندوں کی طرف سے تولی و عرض کا حکم آپ کو بار بار ملا ہے کہ ان سب سے صرف نظر کر کے بس اپنے کام میں لگے رہیے مثلاً

(۱۲۱) فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۔ (النجم - ع ۲) — آپ ایسے شخص سے اپنی توجہ ہٹا لیجیے جو ہماری نصیحت سے روگردانی کئے ہوئے ہے اور بجز دنیوی زندگی کے اور کچھ اس کا مقصود نہیں۔

یا یہ کہ

(۱۲۲) فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (القمر - ع ۱) — ڈراوے انہیں کچھ فائدہ ہی نہیں دیتے تو آپ ان کی طرف سے نظر پھیرے رہیے۔

آپ کو خبردار کیا گیا کہ کہیں آپ منکرین معاندین کے کہنے میں نہ آ جائیں۔

(۱۲۳) فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ○ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ○ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۔ (القلم - ع ۱) — تو آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیے یہ لوگ تو چاہتے ہی ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑیں تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔ اور کسی کے کہنے میں بھی نہ آئیے جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت ہے۔

آپ کو حکم برابر تسبیح و استغفار کا تھا۔

(۱۲۴) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۔ (الحاقہ ۔ ع ۲)

آپ اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کیجئے۔

(۱۲۵) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۔ (النصر)

اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح میں لگے رہئے اور اس سے طلب مغفرت کرتے رہئے۔

حکم صبر کی تاکید بار بار ہوئی ہے ۔

(۱۲۶) فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۔ (المعارج ع ۱)

تو آپ صبر کرتے رہئے صبر جمیل۔

اور کہیں صبر کے ساتھ تاکید ذکر و عبادت کی ملی جلی ہوئی ہے ۔

(۱۲۷) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ○ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ○ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۔ (الدھر ۔ ع ۲)

تو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کئے بیٹھے رہئے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہے میں نہ آئیے اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے۔ اور اس کی تسبیح رات کے بڑے حصے میں کیا کیجئے۔

عبادت الٰہی پر اور ترک و تبتل پر تو آپ اُمت سے زیادہ ہی مامور تھے ۔

(۱۲۸) قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ○ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ○ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ○ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۔ (المزمل ۔ ع ۱)

رات کو کھڑے رہا کیجئے سوا تھوڑی سی رات کے یعنی نصف رات یا اس نصف سے کچھ کم کر کے یا اس سے کچھ بڑھا کر، اور قرآن خوب صاف صاف پڑھا کیجئے۔ ہم آپ پر عنقریب ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں۔

(۱۲۹) إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ○ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۔ (المزمل ۔ ع ۱)

بے شک آپ کے واسطے دن میں بھی بہت کام ہیں اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتے رہئے۔ اور سب سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ رہئے ۔

(۱۳۰) لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ○ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ۔ (المزمل - ع ۱)

کوئی معبود نہیں سوا اس ایک کے، سو اسی کو اپنا کارساز رکھئے اور یہ لوگ جیسی جیسی باتیں سناتے ہیں ان پر صبر کیجئے اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جائیے۔

آپ اسی پر نہ تھے، بلکہ قرآن شہادت دیتا ہے کہ آپ عملاً بھی عبادت شاقہ انجام دیتے رہتے۔

(۱۳۱) إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ ۔ (المزمل - ع ۲)

آپ کا پروردگار واقف ہے کہ آپ دو تہائی رات اور آدھی آدھی رات اور ایک تہائی رات (عبادت کے لئے) کھڑے رہتے ہیں۔

عبادت و ذکر و صبر کی تاکید ایک اور عنوان سے:

(۱۳۲) قُمْ فَأَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ○ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ○ (المدثر - ع ۱)

اٹھئے، پھر ڈرائیے، اور اپنے پروردگار کی بڑائی کیجئے۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے اور بتوں کی گندگی سے الگ رہئے، اور کسی کو اس غرض سے نہ دیجئے کہ اس سے زیادہ حاصل کیجئے۔ اور اپنے پروردگار کی خاطر صبر کرتے رہئے۔

تذکیر کی تاکید ابھی آپ کو اتنی ہو چکی ہے۔ اب اسی کا ایک اور حکم۔

(۱۳۳) فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى ۔ (الاعلیٰ)

آپ تذکیر کرتے رہئے اگر تذکیر کرنا مفید ہوتا ہو۔

مشرکوں کے کہے میں نہ آنے، اور سجدہ سے حصول قرب کا آخری حکم۔

(۱۳۴) كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۔ (العلق)

ہرگز نہیں، آپ اس (منکر مکذب) کا کہنا نہ مانئے۔ اور سجدہ کرتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔

غرض یہ کہ جہاں تک عبدیت و مسئولیت کا تعلق ہے، حضرات انبیاءؑ نہ صرف عام افراد بشری کے ہم سطح ہوتے ہیں، بلکہ ان پر ذمہ داریاں اور فرائض تو عام افراد بشری سے زیادہ ہی عائد ہوتے ہیں۔

باب (۴)

قدرت اور انبیاء

دوسری صفات کی طرح صفت قدرت بھی انبیاء پر حق کی محدود ہی ہوتی ہے۔ اور شرک پسند قوموں کو ٹھوکر ان کی صفت علم کی طرح صفت قدرت ہی میں سب سے زیادہ لگی ہے۔ یا دیان طریق کو عموماً قادر مطلق ہی سمجھ لیا گیا ہے، اور اسی مفروضہ کی بنا پر حاجت روا و مشکل کشا بھی انہیں قرار دے لیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ جاہلی کی تردید ہر پہلو اور ہر جہت سے کی ہے۔

پہلی اور سب سے مقدم بات یہ ہے کہ پیغمبروں کا کام صرف تبلیغ پیام ہے یہ اپنی امت پر کوئی حاکم یا داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے جاتے، بجو جبر انہیں ہدایت پہ لے ہی آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ۔ (الغاشیہ) — آپ تو بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں آپ ان پر مسلط (کرکے) نہیں (بھیجے گئے) ہیں۔

یہ ارشاد بار بار ہوا ہے۔

(۲) وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ۔ — آپ کچھ ان پر ... داروغہ نہیں ہیں۔

(الانعام۔ ع ۱۳)

یہی ہدایت ایک برائے نام لفظی فرق کے ساتھ۔

(۳) قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ۔ — کہہ دیجئے کہ میں تم پر کچھ داروغہ نہیں ہوں۔

(الانعام ۔ ع ۸)

یا یوں

(۴) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۔ — ہم نے آپ کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔

(بنی اسرائیل - ع ۶)

یا پھر ذرا اور اضافے کے ساتھ ۔

(۵) اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ — کیا آپ نے اس کے حال پر بھی نظر کی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش کو بنا یا، تو کیا آپ اس پر مسلط ہو کر رہ سکتے ہیں ؟

(الفرقان - ع ۴)

ایک جگہ اور یہی مضمون ذرا تغیر لفظی کے ساتھ ۔

(۶) وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۔ — تو آپ ان پر کچھ جبر کرنے والے تو ہیں نہیں ۔

(قٓ - ع ۱۳)

ایک جگہ اور ایک دوسرے لفظ کے ساتھ ۔

(۷) وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۔ — اور ہم نے آپ کو ان پر کچھ نگہبان تو بنایا نہیں ۔

(الانعام - ع ۱۳)

اور اسی مضمون کو خود پیمبر کی زبان سے دو دو بار ادا کرایا ہے ۔

(۸) وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۔ (انعام - ۳) — اور میں تم پر کچھ نگہبان تو ہوں نہیں ۔

(۹) " " " (ہود - ۸) " " "

کہیں اسی مضمون کو سوالیہ انداز میں دہرایا ہے ۔

(۱۰) اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔ (یونس - ع ۱۰) — تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کر لیں گے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں ۔

یہ غلط فہمی ایک طرف تو منکروں اور مشرکوں کو منصب رسالت سے متعلق تھی کہ وہ اسے بھی رسالت کا ایک جزو سمجھ رہے تھے کہ پیمبر کسی طرح زبردستی اپنی امت دعوت کو ایمان

سے قوت سے مجبور بھی کر دیں اور اوپر کی سات آیتیں اسی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے تھیں۔
لیکن دوسری طرف خود پیغمبروں اور بالخصوص ہمارے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال
تھا کہ از راہ شفقت کی بنا پر دل سے یہی دھن لگی ہوئی تھی کہ مخاطبین میں کوئی بھی نعمت
ایمان سے محروم نہ رہنے پائے سب کے سب دعوت توحید قبول ہی کر لیں۔ اس لئے خود ان حضرات
کو بھی بار بار آگاہ کیا گیا کہ آپ کو نہ یہ قدرت حاصل، اور نہ آپ کی خواہش کو اس میں کچھ دخل
یہ دعوت ایمان کا قبول ورد، اللہ تعالیٰ نے تمام تر اپنی مشیت تکوینی کے ماتحت رکھا ہے۔

حضور کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

(۱۱) وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ۔ (یوسف - ع ۱۱)
اکثر لوگ ایمان نہیں لانے کے گو آپ کو اس کی حرص ہی ہو۔

دوسری جگہ یہ مضمون یوں آیا ہے کہ اندھے جب اپنی قوت ارادی سے کام نہ لے کر راستہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے، تو آپ انہیں کیسے راہ راست پر لا سکتے ہیں۔

(۱۲) أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ۔ (یونس - ع ۵)
تو کیا آپ اندھوں کو راہ دکھا دیں گے درآنحالیکہ وہ بصارت سے کام لینا ہی نہیں چاہتے؟

اور اس سے متصل پہلے

(۱۳) أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ۔ (ایضاً)
تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے درآنحالیکہ وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتے؟

آیت کے یہی دونوں جزو پھر ایک جگہ دہرائے گئے ہیں۔

(۱۴) أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ۔ (الزخرف - ع ۴)
تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے یا اندھوں کو راہ دکھا دیں گے؟

اور اسی سے ملتا جلتا مضمون ایک جگہ اور ہے۔

(۱۵) إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ
آپ نہ تو مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں

الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ (النمل - ع ۶) — کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔

اور یہی آیت برائے نام لفظی بلکہ حرفی فرق کے ساتھ، سورۃ الروم ع ۵ میں ہے۔
غرض یہ کہ پیغمبروں کی بے بسی قبولِ ہدایتِ خلق کے باب میں وضاحت سے بھی بڑھ کر واضح ہے۔
پیغمبروں، خصوصاً ہمارے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار جتایا گیا، کہ ان کی حیثیت بس ایک یاد دلانے والے، نصیحت کرنے والے، تبلیغ کرنے والے کی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں، ہدایت کا اختیار تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(۱۶) اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۔ (ہود - ع ۲) — آپ تو بس ایک ڈرانے والے ہیں اور ہر چیز کا مختار اللہ ہے۔

(۱۷) اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ○ (الغاشیہ) — آپ تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک یاد دلانے والے ہیں۔

(۱۸) وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (بنی اسرائیل - ع ۱۲) — ہم نے آپ کو تو بس بشیر و نذیر ہی بنا کر بھیجا ہے۔

(۱۹) وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۔ (النور - ع ۷) — پیغمبر کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (احکام و ہدایت کا)

اور یہی آیت مکرر سورۃ العنکبوت، ع ۲ میں بھی آئی ہے۔
کہیں خود پیغمبر کی زبان سے یہ کہلایا گیا ہے۔

(۲۰) فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۔ (النمل - ع ۷) — جس کسی نے ہدایت اختیار کی، اس نے اپنے ہی لئے اختیار کی، اور جو گمراہ رہا تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تو بس ایک ڈرانے والا ہی ہوں۔

(۲۱) اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ۔ (الفاطر ع۳) آپ تو بجز اس کے کہ ایک ڈرانے والے ہیں اور کچھ نہیں۔

آنحضورؐ کو مخاطب کرکے تمام طور پر یہ تلقین ہوتی ہے کہ آپ ایسے راہ پر نہیں لا سکتے ہیں جسے آپ چاہیں، بلکہ یہ تو تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(۲۲) اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص ع۶)

آپ نے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ چاہیں، بلکہ اللہ ہی راہ ہدایت دکھا دیتا ہے جس کے لئے اس کی مشیت ہوتی ہے۔

ایک پیغمبرؑ کی زبان سے یہ کہلایا ہے کہ میری ساری کی ساری کوشش تبلیغ بے اثر رہے گی، اگر مشیت الٰہی قبول حق کی تائید میں نہیں۔

(۲۳) وَ لَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اِنْ کَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ ؕ هُوَ رَبُّکُمْ ۟ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (ہود ع۳)

نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا: میری خیرخواہی تمہارے کچھ کام نہیں آسکتی اگرچہ میں تمہاری کیسی ہی خیرخواہی کروں، جبکہ اللہ ہی کا ارادہ تمہیں گمراہ رکھنے کا ہو۔ وہی تمہارا پروردگار ہے۔ اور اسی کی طرف تم واپس کئے جاؤ گے۔

منکرین و مشرکین، ہمیشہ اپنے وقت کے پیمبروں سے برابر طالب معجزہ و خارق عادت کے ہوتے رہے ہیں اور انہیں چیلنج کرتے رہتے ہیں کہ اگر یہ سچے خدا رسیدہ ہو تو فلاں فلاں ان ہونی بات کرکے دکھا دو۔ ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر دین کی نصرت و غلبہ کے لئے حضرات انبیاءؑ کیسی کچھ آرزو اور تڑپ جی میں ظہور کی رکھتے ہوں گے اور کیسے بے قرار ہو کر رہتے ہوں گے کہ منکروں کے مطالبے کسی طرح بھی پورے ہو کر رہیں۔ اس سب کے باوجود تعلیم اسی حقیقت کی ہوتی رہی ہے کہ انبیاءؑ کے اختیار میں کیا ہے، یہ سب تو محض اختیار خداوندی میں ہے۔

کہیں یہ حقیقت ایک کلی صورت میں بیان کی ہے۔

(۲۴) وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۔
کسی رسول کے بس میں یہ نہیں کہ وہ ایک نشانی (نمونہ) بھی بغیر اللہ کے حکم کے لا سکے۔

اور اسی حقیقت کو انہیں لفظوں میں ایک بار پھر سورۃ المومن رکوع ۸ میں دہرایا ہے، اور کہیں تو خود پیغمبروں کی زبان سے ادا کرایا ہے۔ یعنی موقع استدلال پر اور منکروں کے چیلنج کے وقت۔

(۲۵) وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۔ (ابراہیم ۔ ع ۲)
یہ ہمارے بس میں نہیں کہ ہم تمہیں کوئی معجزہ دکھا سکیں سوا اس صورت کے کہ اللہ ہی کا حکم ہو۔

اس آیت کا سیاق یہ ہے کہ اگلی امتیں اپنے اپنے پیغمبروں سے شدید انکار کے ساتھ پیش آئی ہیں، اور انہیں دعوت دی ہے کہ بڑے سچے ہو تو کوئی معجزہ لا دکھاؤ۔

اور پھر یہ حقیقت تو سادہ طور پر نبی برحق کی زبان سے ادا کرائی ہے کہ معجزات تو اللہ ہی اپنی قدرت سے دکھاتا ہے، اور میرا کام تو صرف متنبہ و خبردار کر دینا ہے۔

(۲۶) قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۔ (العنکبوت ع ۵)
آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو بس اللہ ہی کے پاس ہیں، اور میں تو بس ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(۲۷) قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۔ (الانعام ۔ ع ۱۳)
آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو بس اللہ ہی کے پاس ہیں۔

منکروں کی طرف سے مطالبے معجزے ہی کے ہوتے تھے اور جواب میں پیغمبر کی بے اختیاری کا بیان ہوتا تھا۔

(۲۸) وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔ (الرعد ۔ ع ۱)
اور کافر کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے پروردگار کی طرف سے کیوں نہ اتری (حالانکہ) آپ تو محض ڈرانے والے ہی ہیں، اور ہر قوم کے

ایک رہبر ہے۔

اور کبھی اس عجز اور بے اختیاری کا اظہار خود پیمبر کی زبان سے کرایا ہے۔

(۲۹) مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ (الانعام ۔ ع ۷)

میرے پاس وہ نہیں جس کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو۔ اختیار تو بس تمام تر اللہ ہی کا ہے۔

یا اسی سے ملتے جلتے ہوئے الفاظ۔

(۳۰) قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۔ (الانعام ۔ ع ۷)

آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس اگر وہ ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو، تو بس میرا تمہارا فیصلہ بھی (اب تک) ہو چکا ہوتا۔

پیمبروں کو ہدایت یہ ہوتی ہے کہ منکروں سے کہہ دیں کہ نتائج کا انتظار تم بھی کرو اور میں بھی کر رہا ہوں۔

(۳۱) قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۔ (الانعام ۔ ع ۲۰)

آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم بھی انتظار کرو، ہم لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

ایک جگہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا ذکر ہے۔ کہ اُن کی پھونک سے مصنوعی پرندے اُڑنے لگتے تھے۔ اور نابینا اور مبروص اُن سے اچھے ہو جاتے تھے۔ ان سب جگہ "باذنی" (میرے حکم سے) کی قید لگی ہوئی ہے۔ اور آیت متعلقہ کے اندر یہ لفظ تین بار آیا ہے (المائدہ ع ۱۵)

پھر پیغمبر اپنی والی جو کچھ سعی اصلاح کرتے ہیں اُسے بھی منسوب اپنی جانب نہیں کرتے۔ وہ جو کچھ بھی ان سے بن پڑتی ہے۔ وہ محض توفیق الٰہی سے ہوتی ہے۔ ایک پیغمبر یعنی حضرت شعیبؑ کی زبان سے اس کا پورا اعتراف موجود ہے۔

(۳۲) اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ

میں تو بس اصلاح ہی چاہتا ہوں، جتنی بھی میرے بس میں ہو۔ اور مجھے جو کچھ بھی توفیق ہو جاتی ہے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ (ہود ۔ ع ۸)

وہ بھی بس اللہ ہی کی مدد سے۔ اسی پر بھروسا رکھتا ہوں، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پیمبروں کے لئے ظاہری قوت و غلبہ ہرگز لازمی نہیں۔ بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ منکروں کا مقابلہ مادی قوت سے بالکل نہ کرسکے۔ اور اس کا اظہار بھی حسرت سے کیا ہے۔ حضرت لوطؑ کی بیدلی و بیقراری دیکھ کر بولے۔

(۴۳) لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ۔ (ہود ۔ ع ۷)

کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط پائے کی پناہ پکڑتا۔

اور حضرت نوحؑ نے تو عاجز آکر دعا ہی یہ کی ہے۔

(۴۴) أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ۔ (القمر ۔ ع ۱)

میں درماندہ ہوں تو تو (میری طرف سے) انتقام لے لے۔

حضرت ہارونؑ نے اپنے ہی والوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مغلوب پایا۔ وہ بھی اس درجہ کو قتل ہوتے ہوتے بچے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ جب پہاڑ سے واپس آئے، تو آپ نے اُن سے اسی طرح فریاد کی۔

(۴۵) قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي۔ (الاعراف ۔ ع ۱۸)

بولے کہ اے میرے ماں جائے (بھائی) ان لوگوں نے مجھے بالکل ہی ضعیف سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھ کو ہلاک کر ڈالیں۔

اور خود حضرت موسیٰؑ نے اپنی بے بسی اپنی ہی قوم کے مقابلہ میں پوری طرح محسوس کی ہے۔ اور اللہ سے اسی کی فریاد کی ہے۔

(۴۶) قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ۔ (المائدہ ۔ ع ۴)

عرض کی کہ اے پروردگار میں تو بس اپنی جان اور اپنے بھائی ہی پر اختیار رکھتا ہوں تو تو ہی ہم دونوں، اور اس نافرمان قوم کے درمیان فیصلہ کر دے۔

منکروں نے بعض پیغمبروں سے خود بھی بڑی بے باکی سے اپنے غلبہ و تفوق اور پیغمبروں کی بے بساطی کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شعیبؑ کی قوم ان سے کہتی ہے۔

(۲۷) وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ۔ (ہود - ع ۸)	ہم تو تم کو اپنے درمیان کمزور ہی پاتے ہیں۔ اور اگر تمہاری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تم پر تو پتھراؤ کر چکے ہوتے۔ اور تم ہمارے مقابلے میں کچھ ایسے زور آور نہیں۔

پیغمبروں میں معصیتوں سے بچے رہنے کی جو قوت ہوتی ہے، یہ بھی ان کی ذاتی نہیں خدا ہی کی مدد کا ایک ظہور ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے قصے میں ہے کہ جب زنِ عزیز نے آپ کو شریکِ معصیت کرنا چاہا ہے، تو قریب تھا کہ آپ بھی مائل ہو جاتے اگر حق تعالیٰ کی طرف سے کسی تائید خصوصی نے آپ کو بالکل باز رکھا۔

(۲۸) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ۔ (یوسف - ع ۳)	اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی چکا تھا، اور ان کو بھی اس کا خیال ہو چلا تھا، اگر اپنے پروردگار کی دلیل (صریح) کو انہوں نے نہ دیکھ لیا ہوتا۔

پیغمبروں کو حقِ شفاعت دیا گیا ہے، اور ہمارے رسولؐ کا استغفار تو گنہگاروں کے حق میں نعمت ہے۔ لیکن ہمارے رسولؐ کو بھی یہ اکرامِ عظیم مستقل اور مطلق نہیں۔ موقعے ایسے بھی آسکے، جہاں آپ کا یہ استغفار بے اثر رہا۔ منافقینِ عہدِ رسولؐ کے باب میں ہے۔

(۲۹) سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ۔	ان لوگوں کے حق میں برابر ہے، آپ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔ اللہ ان کی مغفرت ہرگز نہ کرے گا۔

دوسری جگہ یہی مضمون اور زیادہ شدتِ بیان کے ساتھ آیا ہے۔

(۲۰) اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔
(التوبہ۔ ع ۱۰)

آپ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔ آپ اگر ستر بار بھی اُن کے حق میں استغفار کریں جب بھی اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا۔

دوسروں کے نفع و ضرر پر قادر ہونے کی نفی مطلق پیمبروں کی ذات سے کر دی گئی ہے خود حضور کو حکم ملا ہے۔

(۲۱) قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۔ (الجن۔ ع ۲)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے حق میں کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں، نہ کسی بھلائی کا۔

اور دوسروں کے حق میں نافع یا ضار ہونا الگ رہا، پیمبروں کو یہ تعلیم ملی ہے کہ خود اپنے ہی نفع و ضرر پر وہ قدرت نہیں رکھتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملتا ہے۔

(۲۲) قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ (یونس۔ ع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات تک کے لئے تو کسی نفع اور ضرر کا اختیار رکھتا نہیں۔ ہاں اللہ ہی کو جتنا منظور ہو۔

بلکہ یہاں تک ارشاد ہو گیا ہے۔

(۲۳) قُلْ اِنِّیْ لَنْ يُّجِيْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۔
(الجن۔ ع ۲)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اور نہ میں اس کے سوا پناہ پا سکتا ہوں۔

عبدیت کاملہ اور ہر طرح سے نفی اختیار و قدرت کی تصویر اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔

باب (۳)

غم اور انبیاء

غصہ، خوف، خوشی، وغیرہ کی طرح غم و حزن بھی بشر کی ایک طبعی کیفیت کا نام ہے اور حضرات انبیاء اس جذبہ سے بھی ماوراء اور مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ غم، حزن، ملال، ناگواری جس طرح سب کے لئے ہیں۔ پیغمبروں کے لئے بھی امر طبعی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے تذکرے میں، ایک بار نہیں، دو بار آیا ہے کہ جب آپ اپنی قوم کی گوسالہ پرستی کی اطلاع وحی الٰہی سے پا کر، کوہ طور سے بعجلت واپس تشریف لائے ہیں تو غصہ کے ساتھ ساتھ رنج و ملال سے بھرے ہوئے تھے۔

(۱) وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا۔ (اعراف۔ ع ۱۸) — اور موسیٰ جب اپنی قوم کی طرف واپس آئے، غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے تھے

(۲) فَرَجَعَ مُوْسٰی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا۔ (طٰہٰ۔ ع ۴) — اور موسیٰ واپس آئے اپنی قوم کی طرف غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے۔

حضرت یوسفؑ جیسے محبوب فرزند کے فراق میں حضرت یعقوبؑ کے ملال و شدت حزن کا بیان تفصیل اور تکرار سے آیا ہے۔ ایک جگہ اپنے لڑکوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

(۳) قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ۔ (یوسف۔ ع ۲) — آپ بولے کہ مجھے یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم یوسف کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور مجھ اندیشہ ہے انہیں بھیڑیا کھا جاوے۔

اور پھر جب فراق یوسف میں ایک عرصہ گزر چکا، اس وقت آپ کے غم والم کا منظر۔

(۴) وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (یوسف ۔ ع ۱۰)

اور آپ بولے ہائے یوسف! اور آپ کی آنکھیں غم سے (روتے روتے) سفید ہو گئیں، اور آپ گھٹ گھٹ کر رہ رہے تھے۔

اور فرزندانِ یعقوبؑ اپنے والد ماجد کی شدتِ غم کا تاثر ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

(۵) قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۔ (ایضاً)

وہ بولے کہ آپ سدا یوسف کی یاد ہی میں لگے رہیں گے، یہاں تک کہ گھل کر دم لب ہو جائیں گے یا یہ کہ بالکل مر ہی جائیں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں منظر کتنے شدید غم والم کے مظہر ہو سکتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ اپنے لڑکوں کے جواب میں جو کچھ فرماتے ہیں، اس میں اس شدتِ تاثر سے تو انکار نہیں کرتے صرف اس کا رُخ ایک مردِ خدا کی طرح بجائے مخلوق کے خالق کی طرف موڑ دیتے ہیں۔

(۶) قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۔ (یوسف ۔ ع ۱۰)

آپ بولے کہ میں اپنے درد و غم کا دکھڑا تم سے کہیں تھوڑے رو رہا ہوں، صرف اپنے اللہ کے سامنے رو رہا ہوں۔

اس کے بعد حضرت یوسفؑ جب اپنے کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کر چکتے ہیں تو اپنے والد ماجد کے ازالۂ غم کا علاج یہی تجویز کرتے ہیں کہ میرا پیراہن ان کی آنکھوں پر ڈال دیں، جس سے ان کی کھوئی ہوئی بینائی پھر واپس آ جائے گی۔

(۷) اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۔ (ایضاً)

(یوسف بولے کہ) میرے اس پیراہن کو لے جاؤ، اور اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دو، ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

چنانچہ یہی علاج کارگر ہوا۔ اور اس تدبیر سے آپ کی بینائی واپس آ گئی۔

(۸) فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۔ (یوسف ع ۱۰)

پھر جب خوش خبری لانے والا آ پہنچا تو اس نے وہ پیرہن آپ کے چہرے پہ ڈال دیا۔ اور اس سے آپ کی بینائی واپس آ گئی۔

اللہ اکبر! کیا ٹھکانا ہے اس تعلقِ قلب کا جو اس پیغمبرِ حق کو اپنے صاحبزادے کے ساتھ تھا۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم پر جب اپنی مدتوں کی تبلیغی کوششیں ضائع جاتے دیکھیں تو رنج و ملال پیدا ہونا طبعی تھا۔ اُن سے ارشاد ہوا ہے۔

(۹) فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۔ (ہود ع ۴)

جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں اس پر ملال نہ کرو۔

حضرت لوطؑ کے تذکرے میں ہے کہ جب فرشتے خوش رو لڑکوں کی شکل میں آپ کے پاس پہنچے تو قدرتاً آپ کو بڑا تردد اور بڑا اندیشہ پیدا ہوا جس پر اُن فرشتوں کو آپ کو سمجھانا پڑا۔

(۱۰) وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ (العنکبوت ع ۴)

اور جب ہمارے وہ فرستادے لوطؑ کے پاس پہنچے تو لوطؑ ان کے باعث مغموم ہوئے اور ان کے باعث تنگ دل ہوئے اور وہ فرشتے کہنے لگے کہ آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں۔

خوبرو و حسین لڑکوں کے آجانے سے اس فضا اور ماحول میں ایک باعزت شریف انسان کو فکر و تشویش قدرتی تھی، اور وہ آپ کو بھی ہو کر رہی۔

حضرت یونسؑ کے ذکر میں آتا ہے کہ جب وہ ایک مرتبہ مچھلی کے پیٹ میں قید کئے گئے تو عام انسانوں کی طرح انہوں نے بھی گھٹن محسوس کی، اور اس گھٹن سے نجات پانے کی انہوں نے دعا کی۔ اور اس دعا کو قبول کر کے انہیں اس غم سے نجات بخشی گئی۔ اور ایسی نجات مومنین کے

لئے عام ہے۔

(۱۱) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الانبیاء ـ ع ۶)

سو ہم نے ان کی دعا قبول کرلی اور انہیں گھٹن سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اذیتیں مخالفین و معاندین کی طرف سے پہنچی تھیں جن سے آپؐ صدمہ و غم محسوس کرتے تھے، ان کا ذکر بھی قرآن مجید نے صراحت و تکرار کے ساتھ کیا ہے۔ مثلاً کہیں یوں کہ

(۱۲) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۔ (الحجر ـ ع ۶)

اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے رہتے ہیں، اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں۔

یا ان الفاظ میں

(۱۳) قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ ۔ (الانعام ـ ع ۴)

ہم خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں، اس سے آپ کو رنج ہوتا ہے۔

اور کہیں یوں کہ مومنین کے دکھ درد کو رسولؐ اپنا درد دکھ محسوس کرتے ہیں۔

(۱۴) عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ۔ (البرأۃ ـ ع ۱۶)

ان (رسولؐ) پر گراں گزرتی ہے جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہے۔

کہیں آپؐ کو افراطِ غم و ملال سے روکا ہے۔

(۱۵) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۔ (الکہف ـ ع ۱)

تو یہ لوگ اگر اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو آپ شاید ان کے پیچھے غم سے اپنی جان ہی دے دیں گے۔

یا اسی سے ملتے ہوئے مختصر تر لفظوں میں :

(۱۶) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا

آپ شاید اس پر اپنی جان ہی دے دیں کہ

مُؤْمِنِيْنَ ۔ (الشعراء ع ۱) یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں۔

حزن و ملال، آپ کو کافروں کے انکار و عناد سے پیدا ہوتا، لیکن یہ امر طبعی تھا اس لئے آپ کو متعدد موقعوں پر روکا گیا ہے۔

(۱۷) وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۔ (یونس ع ۷) ان لوگوں کی گفتگو آپ کو رنج میں نہ ڈالے۔

یا یوں کہ

(۱۸) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ۔ (الحجر ع ۶) آپ ان لوگوں پر غم نہ کیجئے۔

یا ذرا اضافہ کے ساتھ یوں، کہ

(۱۹) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (النحل ع ۱۶) ان لوگوں پر آپ رنج نہ کیجئے اور جیسی چالیں یہ چلتے ہیں، اُن سے ملول نہ ہوجیے۔

اور یا پھر اس جامع عبارت میں، کہ

(۲۰) فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۔ (فاطر ع ۲) کہیں ان پر افسوس کرتے کرتے آپ کی جان ہی نہ جاتی رہے۔

اتنی تصریحات سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ غم و حزن، صدمہ و ملال جس طرح ہر بشر کی زندگی کا جزو ہیں، حضرات انبیاء بھی ان سے خالی نہیں رہے ہیں۔

باب (۴)

غضب اور انبیاء

بشری جذبات میں خوف، مسرت وغیرہ ہی کی طرح ایک جذبہ غصہ، غضب کا بھی ہوتا ہے، جو عموماً ذرہ غیرت سے پیدا ہوتا ہے۔ حضرات انبیاء گو بڑے حلیم، بڑے رحیم، بڑے نرم دل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ سرے سے اُن میں قوت غضبی ہوتی نہیں۔ یا وہ اشتعال کسی موقع پر قبول ہی نہیں کرتے۔ غصہ انہیں بھی دوسرے انسانوں کی طرح آتا ہے، البتہ اپنے محل ہی پر آتا ہے۔ بیجا اور خواہ مخواہ نہیں آجایا کرتا۔ اور یہ حال تو مومنین صادقین کا بھی ہے کہ اشتعال کے وقت عموماً وہ اس کے مقتضا پر عمل نہیں کرتے، بلکہ شان غفوریت کا پرتو دکھاتے رہتے ہیں۔

(۱) وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۔ اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو (بجائے اس کے مقتضا پر عمل کرنے کے) معاف کر دیتے ہیں۔ (الشوریٰ ۔ ع ۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کے غصہ کا ذکر قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ اور بار بار کیا ہے۔

حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر توریت لینے گئے ہیں، اور اسرائیلیوں نے آپ کی غیبت میں گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے، اور آپ کو اس کی اطلاع وہیں پہاڑ پر وحی الٰہی سے ملی ہے، تو آپ غیرت دینی سے جوش میں بھرے ہوئے بعجلت پہاڑ سے اُترتے ہیں، اور حضرت ہارونؑ پر، جن کو آپ اپنا جانشین بنا گئے تھے، ناراضگی کا اظہار خصوصیت سے کیا ہے۔

(۲) وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۔ (الاعراف ۔ ع ۱۸)

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی جانب واپس ہوئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد بڑی نامعقول حرکت کی۔ کیا اپنے پروردگار کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کرلی۔ اور (توریت) کی تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر انہیں اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔

توریت کی تختیوں کو زمین پر پھینک دینا، اور اپنے بھائی پر، جو پیمبر بھی تھے، جسمانی حملہ کر بیٹھنا، ظاہر ہے کہ انتہائی غیظ و غضب ہی میں ہوسکتا ہے۔ اور یہاں تو غصہ ظاہر ہے کہ کسی شخصی معاملہ میں نہیں، دینِ توحید کی توہین پر تھا۔

پھر چند ہی سطر بعد ہے۔

(۳) وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۔ (الاعراف ۔ ع ۱۹)

جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوگیا۔ انہوں نے تختیاں (زمین سے) اٹھالیں۔

اسی غیظ فی اللہ کا ذکر ایک دوسری جگہ اختصار و اجمال کے ساتھ ہے۔

(۴) فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۔ (طٰہٰ ۔ ع ۴)

پھر موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج سے بھرے ہوئے۔

اور اس کے فوراً بعد ہے، کہ جب آپ نے حضرت ہارونؑ سے مواخذہ کیا ہے کہ تم نے ان لوگوں کو اس مرضِ گمراہی سے روکا کیوں نہیں۔ تو جواب میں حضرت ہارونؑ کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔

(۵) قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي (طٰہٰ ۔ ع ۵)

ہارون بولے کہ اے میرے ماں جائے بھائی میری داڑھی اور میرا سر نہ پکڑیے (یعنی انہیں چھوڑ دیجئے)۔

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت موسیٰؑ فرط غضب اور غیرت دینی میں، جسمانی حملے کے بھی حدود تک پہنچ گئے تھے۔

قرآن مجید یہ سلسلہ تذکرے بغیر کسی نکیر یا شائبہ نکیر کے نقل کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ایسے موقعوں پر یہ شدت غضب، نہ صرف طبعی تھی، بلکہ جواز عقلی و شرعی بھی رکھتی تھی۔

ایک جگہ، اس سلسلے سے الگ، حضرت موسیٰؑ کی یہ دعا بھی فرعون اور فرعونیوں پر نقل ہوئی ہے۔

(۲) وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ۔ (یونس۔ ع ۹)

ان کے مالوں کو تہس نہس کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب دردناک کو دیکھ لیں۔

ظاہر ہے کہ ایسی بددعا شدید غضب فی اللہ ہی کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔

حضرت یونسؑ بھی ایک پیغمبر برحق ہی ہوئے ہیں۔ ان کے تذکرے میں ہے کہ جب ان کے خیال کے مطابق عذاب حسب وعدہ ان کی قوم پر نہ آیا، تو وہ غصے سے مغلوب ہو کر شہر چھوڑ کر چل کھڑے ہوئے۔

(۷) وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ۔ (الانبیاء۔ ع ۶)

اور مچھلی والے (پیغمبر) کا تذکرہ کیجئے جب وہ غصہ میں بھر کر چل کھڑے ہوئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر گرفت نہ کرسکیں گے۔

حق تعالیٰ سے یہ بدگمانی (بالکل وقتی طور پر سہی) صرف غضب، شدید سے شدید تر ہی کی حالت میں ممکن ہے۔ غرض یہ کہ غضب بلکہ شدت غضب بھی، جس طرح ساری نوع بشر کے لئے طبعی ہے، انبیاء و مرسلین کے لئے بھی ہے۔

باب ⑤

خوف اور انبیاء

غم، غضب، وغیرہ کی طرح خوف بھی بشری زندگی کا ایک لازمی جزو ہے۔ ڈر انسان کے لئے ایک طبعی چیز ہے۔ اور انسان ہر اس چیز سے ڈرتا رہتا ہے، جو اسے نقصان پہنچا دینے کی قوت رکھتی ہے۔ نامعلوم، نامانوس، چیزوں سے وحشت اور گھبراہٹ بھی فطرت بشری میں داخل ہے۔

قرآن مجید نے دوسرے جذبات کے ساتھ اس جذبہ کا بھی اثبات حضرات انبیاء کے حق میں زور و قوت کے ساتھ کیا ہے۔ اور خوف و حزن کا اجتماع اکثر ہوتا ہے، اس لئے قرآن مجید نے ان دونوں کا بھی ذکر کہیں کہیں ساتھ کیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ خلیل کے تذکرے میں ہے، کہ جب آپؑ کے پاس کچھ اجنبی مہمان وارد ہوئے، اور آپ نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، جسے انہوں نے ہاتھ نہیں لگایا، تو آپ کو (اس زمانہ کے دستور کے مطابق، کہ ڈاکو اور رہزن، جن کو لوٹنا چاہتے تھے، اس کے ہاں کھانا نہیں کھاتے تھے) ان سے خوف پیدا ہوا۔ اس پر ان نو واردوں نے آپ کو تسکین دی۔

① فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ (ہود — ع ۷)

جب ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان (نو واردوں) کے ہاتھ اس (کھانے) تک نہیں جا رہے ہیں تو آپ ان سے متوحش ہوئے۔ اور ان سے آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ وہ (نو وارد)

بولے آپ ڈریئے نہیں، ہم قوم لوطؑ کی طرف
فرستادہ ہیں۔

اور یہی مضمون ایک دوسری جگہ ہے۔ اور یہاں بھی خوف کے دہرے ذکر کے ساتھ:

(۲) فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً	آپ کے دل میں ان سے خوف پیدا ہوا۔ وہ
قَالُوْا لَا تَخَفْ۔ (الذاریات۔ ع ۲)	(نو وارد) بولے کہ آپ ڈریئے نہیں،

اور پھر یہ مضمون ایک تیسری جگہ بھی وارد ہوا ہے۔ خوف کی اسی صراحت اور اسی تکرار کے ساتھ۔

(۳) قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ○	ابراہیمؑ بولے، ہم کو تم لوگوں سے ڈر معلوم
قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ	ہوتا ہے وہ بولے ڈریئے نہیں ہم آپ کو
عَلِيْمٍ ○ (الحجر۔ ع ۴)	ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں۔

ایک جگہ یہ مزید تصریح بطور ضمیمہ کے آئی ہے۔

(۴) فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ	پھر جب ابراہیمؑ کے دل سے وحشت دور
الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى۔	ہو چکی، اور انہیں خوشخبری مل چکی الخ

(ہود۔ ع ۷)

یہی اللہ کے فرستادے، جب نوجوان خوبرو لڑکوں کی شکل میں حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے ہیں تو قدرتاً آپ کو بھی تردد و تشویش ہی نے گھیرا۔

(۵) وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا	اور جب ہمارے فرستادے لوطؑ کے پاس پہنچے،
سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ	تو آپ ان کے سبب مغموم ہوئے اور ان کے
قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ۔	سبب تنگ دل ہوئے تو ان (فرستادوں)
(العنکبوت۔ ع ۴)	نے کہا کہ نہ ڈریئے اور نہ ملول ہوجیے۔

حضرت لوطؑ نے اس موقع پر اپنے ہم قوموں سے جو گفتگو کی ہے خود اس سے آپؑ کی تشویش عیاں ہو رہی ہے۔

(٦) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ (ہود - ع ٧)

تو خدا سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے ذلیل نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں!

حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے جب آپ کے پاس آکر یوسفؑ کو اپنے ساتھ جنگل لے جانے کی اجازت چاہتے ہیں، تو آپؑ پر حالات کے عین مطابق اور طبعی طور پر تردد و تشویش کا غلبہ ہوتا ہے۔

(٧) قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ۔ (یوسف - ع ٢)

یعقوب بولے مجھے اس سے فکر ہوتی ہے کہ تم یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے جاؤ، اور ڈر ہے کہیں بھیڑیا کھا جائے۔

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے جب ایک مصری (قبطی) نادانستہ قتل ہو گیا۔ تو آپ پر انجام کے خیال سے دہشت طاری ہوئی۔

(٨) فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ۔ (القصص - ع ٢)

شہر میں موسیٰؑ نے صبح کی، خوف اور دہشت کی حالت میں۔

پھر جب شہر چھوڑ کر آپ وہاں سے روانہ ہوئے ہیں تو بھی اسی حالت میں، اور شہر سے ڈرتا اور بچتا ہوا نکلے ہیں۔

(٩) فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (ایضاً)

آپ شہر سے نکلے خوف اور دہشت کی حالت میں، اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں سے نجات دے۔

ان کی تسکین و تسلی کے لئے غیب سے جو ندا آئی، اس میں بھی صراحت ہوتی ہے۔

(۱۰) قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ (القصص ۔ ع ۳)

ارشاد ہوا کہ ڈرو نہیں، تمہیں ظالم لوگوں سے نجات مل گئی ۔

یہی حضرت موسیٰ جب منصب نبوت پر سرفراز ہو چکے ہیں اور دعوت کے ساتھ مصر والی مصر کی طرف بھیجے جاتے ہیں، تو اس وقت بھی اندیشۂ انتقام سے آپ خائف ہیں ۔

(۱۱) قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ○ (القصص ۔ ع ۴)

(موسیٰ نے) عرض کی اے میرے پروردگار میں ان لوگوں میں سے ایک شخص کو ہلاک کر چکا ہوں اور اندیشہ رکھتا ہوں کہ لوگ مجھے قتل نہ کر ڈالیں ۔

پھر خود تبلیغ رسالت کے سلسلے میں بھی آپ کو اور آپ کے بھائی حضرت ہارون کو، کرہ بھی پیش رہی ۔ ادھر سے ظلم اور زیادتی کا خوف و اندیشہ ہی ہے ۔ اور آپ کو تسکین اسی سلسلے میں دی جاتی ہے ۔

(۱۲) قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی ۔ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰی ۔ (طٰہٰ ۔ ع ۲)

دونوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار ہم کو تو یہ ڈر ہے کہ وہ ہمارے اوپر زیادتی کر بیٹھے یا (اور زیادہ) سرکشی اختیار کرے ۔ ارشاد ہوا کہ تم دونوں ڈرو نہیں ۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا، سنتا ہوا اور دیکھتا ہوا ۔

ور حضرت موسیٰ نے تو اور زیادہ خوف و اندیشہ کا اظہار، فرعون اور فرعونیوں کی طرف سے کیا ۔

(۱۳) قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۔ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ ۔ وَ لَهُمْ

حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں اندیشہ کرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلا دیں (گے) نہیں، اور میرا دل تنگ ہو رہا ہے، اور میری

عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ۔ (الشعراء - ع ۱)

زبان نہیں چل رہی ہے۔ تو تو میرے ہمراہ ہارون کو کر دے۔ اور ان لوگوں کا ایک جرم بھی تو میں کر چکا ہوں۔ تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں۔

پھر جب انہیں حضرت موسیٰ کا مقابلہ دربار فرعون کے ساحروں سے آپڑا ہے۔ اور انہوں نے شعبدہ بازی کے زور سے رسیوں کے سانپ بنا بنا کر دوڑا دئے ہیں۔ تو پھر یہ پیمبر برحق وقتی طور پر ڈر گئے ہیں۔

(۱۴) فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَىٰ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ۔ (طٰہٰ - ع ۳)

اب موسیٰ کو اپنے دل میں کچھ خوف معلوم ہوا، ہم نے کہا کہ ڈرو نہیں۔ غالب تم ہی رہو گے۔

لفظ خوف کا مکرر آنا تاکید ہی کے لئے ہے۔ خواہ مخواہ اور بلا ضرورت نہیں۔

اور یہ تو خیر دشمن سے مقابلہ کا میدان تھا، جب حضرت موسیٰ کو عصا کے سانپ بن جانے کا معجزہ عطا ہوا تو باوجودیکہ آپ کے انتہائی اکرام و عزت افزائی کا موقع تھا۔ آپ پر خود اپنے ہی معجزہ کو دیکھ کر انتہائی خوف طاری ہوا۔

(۱۵) فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ۔ (النمل - ع ۱)

اور جب آپ نے اس (عصا) کو لہراتے ہوئے دیکھا کر جیسے وہ سانپ ہے۔ تو آپ الٹے پیروں بھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا، اے موسیٰ ڈرو نہیں، ہمارے سامنے پیمبر ڈرا نہیں کرتے۔

اور یہی مضمون ایسی ہی صراحت و تاکید کے ساتھ ایک دوسری جگہ۔

(۱۶) فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ

پھر جب آپ نے اس (عصا) کو دیکھا کہ وہ لہرا

وَلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۔
(القصص ۔ ع ۴)

رہا ہے، جیسے کہ سانپ، تو آپ الٹے پیروں بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اے موسیٰ سامنا کرو اور ڈرو مت۔ تم ہر طرح محفوظ ہو۔

غرض انتہائی خوف بلکہ دہشت تک کی کیفیت، اور وہ بھی مادی خوفناک چیزوں سے پیغمبروں پر برابر طاری ہوتی رہی ہے۔ اور اس حیثیت سے پیغمبر عام فطرت بشری سے ماورا نہیں ہوتے۔

باب (۶)

نسیان اور انبیاءؑ

انبیاء سے جس چیز کی نفی کی گئی ہے، اور جس سے معصوم رکھا گیا ہے، وہ معصیت ہے۔ یعنی اللہ کے کسی حکم یا قانون کی ارادی نافرمانی۔ یا وحی الٰہی میں کسی قسم کا تصرف۔ باقی جو امور طبعی لوازم بشریت ہیں، خواہ جسمانی ہوں یا دماغی و عقلی، اُن سے نفی کہیں بھی نہیں آتی ہے۔ بلکہ اگر ان سے پیمبروں کو بے خبر محض خدا بنا کر بھیجا جاتا تو منکروں اور کافروں پر حجت کیونکر قائم ہوتی اور بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا تحقق کس طرح ہوتا۔

وقتی دماغی فروگذاشت یا سہو و نسیان ایک خاصۂ بنی آدم ہے، قرآن مجید نے اسے صاف کر دیا ہے، کہ یہ خاصہ نوع انسان کے خود ابوالآباء حضرت آدمؑ میں پایا گیا ہے۔

(۱) وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ (طٰہٰ-ع ۶)

اور اس سے قبل ہم نے آدم کو ایک حکم دیا تھا، سو وہ (اُسے) بھول گئے، اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی۔

یعنی یہ وقتی وہمہ جہتی استحضار آدمؑ سے نہ ہو سکا۔

حضرت موسیٰؑ جب حسب ہدایت الٰہی ایک بندۂ عارف کی تلاش میں ایک رفیق کو ساتھ لے کر چلے ہیں، تو راستہ میں ایک مقام پر اپنے ساتھ کی مچھلی ان کے ذہن سے بالکل نکل گئی۔

(۲) فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا۔ (الکہف-ع ۹)

جب وہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنے ساتھ کی مچھلی دونوں (بالکل) بھول گئے۔

نسیان یا بھول جانے کا انتساب قرآن مجید نے جس طرح ایک غیر نبی و غیر معصوم نوجوان پر کیا ہے، ٹھیک اسی طرح موسیٰ نبی معصوم کی طرف بھی کیا ہے۔

پھر حضرت موسیٰؑ جب اس بندۂ عارف سے ملتے ہیں، اور وہ آپ سے بعض باتوں پر مواخذہ کرتے ہیں، تو آپ عذر میں اپنی اسی بھول چوک کو پیش کرتے ہیں۔

(۳) قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا۔ (الکہف۔ ع ۱۰)

موسیٰؑ نے کہا آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر تنگی نہ ڈالئے۔

گویا حضرت موسیٰؑ اپنے نسیان کو نہ صرف بطور واقعہ پیش کرتے ہیں بلکہ محل معذرت پر اسے قابل قبول سمجھتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت ہوتی ہے کہ

(۴) وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ۔ (الکہف۔ ع ۴)

اپنے پروردگار کو یاد کر لیا کیجئے۔ جب بھول جایا کیجئے۔

تو معلوم ہوا کہ نسیان ایک لازمۂ بشریت ہے، اور ایسی چیز ہے جو مرتبہ افضل البشر اور سرور انبیاءؐ کے منافی اور اس کی قادح نہیں۔

باب (۷)

موت اور انبیاءؑ

بشریت، عبدیت، مخلوقیت کا سب سے بڑا مظہر موت ہے۔ باقی اور غیر فانی صرف وہ ہے، جو سب کا خالق و پروردگار ہے۔ باقی مخلوق میں جو افضل الخلائق اور خیر البریہ ہیں۔ انہیں بھی فنا اور موت سے چارہ نہیں۔ قرآن مجید نے یہ حقیقت متعدد مقامات پر اور مختلف طریقے اختیار کر کے، خوب وضاحت سے عیاں کر دی ہے کہ حضرات انبیاءؑ اپنی اس حیات ناسوتی میں، غیر فانی نہیں فانی ہی ہوتے ہیں۔ اور ان کی وفات طبعی طور پر بھی ہوتی رہتی ہے اور قتل و شہادت سے بھی۔

انبیاء بنی اسرائیل کے سلسلہ میں قوم اسرائیل کے خلاف بار بار یہ جرم عاید کیا ہے کہ یہ اپنے پیغمبروں کو ناحق قتل یا شہید کرتے آئے ہیں۔

(۱) وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ (البقرۃ ۔ ع ۷) — یہ (اپنے) پیغمبروں کو بے قصور قتل کرتے رہے ہیں۔

(۲) وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ (آل عمران ۔ ع ۳) — یہ (اپنے) پیغمبروں کو بے قصور قتل کرتے رہے ہیں۔

اور ذرا سے تغیر الفاظ کے ساتھ اسرائیلیوں کے جرائم کے سیاق میں۔

(۳) وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ (آل عمران ۔ ع ۹) — اور ان کا پیغمبروں کو بے قصور قتل کر ڈالنے (کا جرم)۔

(۴) وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ — اور ان کا پیغمبروں کو بے قصور قتل

حَقٍّ ۔ (النساء ۔ ع ۲۲)   ڈالے (کا جرم)

یہی مضمون ذرا مختلف عبارت میں۔ اسرائیلیوں کو مخاطب کرکے۔

(۵) فَرِيقًا تَقْتُلُونَ (البقرۃ ۔ ع ۱۱)   کچھ پیغمبروں کو تو تم نے جھٹلایا اور کچھ کو تو قتل ہی کر ڈالا۔

اور ایک جگہ اور پچھلے خطاب کے صیغہ غائب میں۔

(۶) فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ۔   کچھ (پیغمبروں) کو تو انہوں نے جھٹلا دیا اور کچھ کو تو قتل ہی کر ڈالا۔

(المائدۃ ۔ ع ۱۰)

بعض پیغمبران جلیل کا اسم لے کر اُن کی موت یا ہلاکت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مثلاً۔

(۷) إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ ۔   وہ وقت، جب یعقوبؑ کو موت آگئی۔

(البقرہ ۔ ع ۱۶)

یہ حضرت مسیحؑ کے حق میں یہود کی زبان سے۔

(۸) إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ۔ (النساء ۔ ع ۲۲)   ہم نے ہلاک کر دیا مسیح عیسیٰ ابن مریم کو۔

یہ حضرت سلیمانؑ کے تذکرہ میں۔

(۹) فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ ۔ (سبا ۔ ع ۲)   جب ہم نے ان پر موت طاری کی، تو ان (جنّات) کو کسی نے (سلیمان) کی موت پر خبردار نہ کیا بجز ایک زمینی کیڑے کے۔

یا اسی طرح حضرت یوسفؑ کے سلسلے میں ایک مؤمن مصری مشرکوں سے کہتا ہے۔

(۱۰) وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ (المؤمن ۔ ع ۴)   اور اس کے قبل تمہارے پاس یوسف دلائل لے کر آچکے، لیکن تم ان امور میں برابر شک ہی میں رہے، جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔

یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی، تو ....

خود حضور انورؐ سے متعلق واقعۂ وفات، صراحت کے ساتھ کئی کئی طریقوں سے بیان ہوا ہے۔ کہیں بطور فرض و احتمال مثلاً

(۱۱) فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (الزخرف ع ۴) — پھر خواہ ہم آپ کو اٹھا لیں۔

یا ایک دوسرے لفظ کے ساتھ۔

(۱۲) وَنَتَوَفَّيَنَّكَ۔ (المومن ع ۸) — یا ہم آپ کو وفات دے دیں۔

(۱۳) أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ۔ (الرعد ع ۶) — (ایضاً)

یہی مضمون خود آپؐ کی زبان سے کہلایا گیا ہے۔

(۱۴) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ۔ (الملک، ع ۲) — آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر خدا مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے۔

بلکہ کہیں تو اس ناگزیر واقعہ کو منکرین کے سامنے بطور حجت کے پیش کیا ہے اور اُسے ایک عالمگیر بشری قانون، بلکہ حیاتیاتی کلیہ بتایا ہے،

(۱۵) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ (الانبیاء ع ۳) — اور ہم نے آپ سے قبل کسی بشر کو بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں بنایا تو کیا اگر آپ کی وفات ہو جائے تو یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے؟ موت کا مزا ہر جاندار کو چکھنا ہے۔

طبعی موت اور قتل دونوں صورتیں آپ کے لئے فرض کر کے مسلمانوں سے خطاب کیا ہے۔

(۱۶) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ (آل عمران ع ۱۵) — اور محمد کچھ اور نہیں بس رسول ہی تو ہیں، ان سے پیشتر بھی (بہت سے) رسول گزر چکے ہیں۔ تو اگر یہ وفات پا گئے یا قتل ہو گئے تو کیا تم الٹے پیروں واپس

ہو جاؤ گے ؟

اس میں ضمناً پچھلے پیغمبروں کی بھی وفات کا ذکر آگیا۔

ایک جگہ صاف حکم کی صورت میں آپ سے فرمایا ہے کہ جب تک وقت موعود آجائے عبادت میں لگے رہیے۔

(۱۷) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ — اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہیے، یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

(الحجر۔ ع ۶)

اور ایک مقام پر تو صاف صاف آپ کو، اور سارے انسانوں کو موت کے نقطۂ نظر سے ایک صف میں لاکھڑا کیا ہے۔

(۱۸) اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ — آپ کو بھی موت آنے والی ہے، اور ان (سب) کو بھی موت آنے والی ہے۔

(الزمر۔ ع ۳)

غرض یہ کہ موت، جو بشریت بلکہ مخلوقیت کا سب سے بڑا مظہر ہے اس کے لحاظ سے قرآن مجید نے سارے انبیاء (بشمول سرور انبیاءؑ) کو وضاحت کے ساتھ نوع انسانی کے ساتھ ایک ہی سطح پر رکھا ہے۔

باب (۸)

علم اور انبیاء

قدرت کاملہ کی طرح علم کامل کی صفت بھی خاصۂ خداوندی ہے۔ دوسرے مذہبوں کا عقیدہ اوتاروں یا الوہیت کے مظہروں سے متعلق جو کچھ بھی ہو، اسلام میں پیغمبر کا بھی علم ہر دوسرے بشر کی طرح محدود ہی ہوتا ہے۔ مگر اس کا دائرہ عام بشری علم سے کہیں زیادہ وسیع ہو۔ پیغمبری دائرہ علم وسیع جتنا بھی ہو، بہرحال محدود ہی ہوگا۔ اور ایک عالم غیب یا غیبیات کا اس کے لئے بھی رہیگا۔ اسلام میں عقیدہ کے شائبہ کا بھی روادار نہیں یہ کہ رسول بھی کوئی ماورا ناظر ہوتے ہیں یا کسی معنی میں بھی عالم کل ہستیاں ہیں۔

میدان حشر کے ایک منظر کے سلسلے میں ہے۔

(۱) يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (المائدہ - ع ۱۵)

وہ دن بھی یاد کرو جب (سارے) رسولوں کو اللہ اکٹھا کریگا، اور ان سے سوال کریگا کہ تمہیں کیا کیا جواب (اپنی امتوں کی طرف سے) ملا۔ وہ عرض کریں گے ہمیں کوئی علم نہیں، تجھی ہوئی باتوں کا بس تو ہی خوب جاننے والا ہے۔

یہ گویا جمیع انبیاء اور رسل کی زبان سے اقرار ہے کہ علم غیب نہیں کہاں یہ تو بس آپ ہی کا خاصہ ہے۔ اسی ایک حقیقت کو مختلف موقعوں پر اور مختلف پیرایوں میں ادا کیا گیا ہے۔ مثلاً کہیں یوں کہ

(۲) مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ

پیمبر کا کام تو صرف (پیام کا) پہنچا دینا ہے (باقی)

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۔ (المائدہ ۔ ع ۱۳)

تم جو ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے ۔

اور کہیں ان الفاظ میں ۔

(۳) فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ (یونس ۔ ع ۲)

آپ کہہ دیجئے کہ غیب کا علم تو بس اللہ ہی کو ہے ۔ سو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ۔

اور کہیں اس عبارت کے ساتھ ۔

(۴) لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۔ (ہود ۔ ع ۱۰)

آسمانوں اور زمین کی جتنی بھی چھپی ہوئی چیزیں ہیں، وہ اللہ ہی کے علم میں ہیں، اور سب کچھ اسی کی طرف رجوع ہونے والا ہے ۔ بس آپ اسی کی عبادت کرتے رہئے اور اسی پر توکل رکھئے ۔

ان بالواسطہ طریقوں کے علاوہ براہ راست اور فرداً فرداً بھی نفی مختلف انبیاءؑ سے علم کامل اور علم غیب کی ہے ۔ چنانچہ نبی اولوالعزم حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں ہے کہ جب آپؑ کو ایک بندۂ مقرب کے پاس بھیجا گیا، جنہیں بعض علوم خصوصی سے نوازا جا چکا تھا، مگر جن کی پیغمبری کے ذکر سے قرآن مجید خاموش ہے، تو آپؑ نے ان سے عرض کیا ۔

(۵) هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۔ (الکہف ۔ ع ۹)

کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ آپ مجھے بھی اس علم مفید میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے ۔

یہاں اس کی صراحت ہے کہ نبی اولوالعزم بعض علوم سے محروم ہے اور ان کے سیکھنے کی وہ درخواست ایک غیر نبی سے کر رہا ہے ۔ اس پر وہ بزرگ جو جواب دیتے ہیں ۔ اس میں ایک پیمبر کی بے خبری اور لاعلمی کو اور زیادہ کھول دیتے ہیں ۔

(۶) قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا۔ (ایضاً)

وہ بولے آپ میرے ساتھ ضبط نہ کر سکیں گے اور آپ ان امور پر ضبط کر بھی کیسے سکتے ہیں جو آپ کے دائرۂ علم سے خارج ہیں۔

حضرت موسیٰؑ عہد کرتے ہیں کہ جو عجیب واقعات دیکھیں گے ان پر کوئی سوال نہ کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود بے اختیار ہو کر سوال کر ہی بیٹھتے ہیں اس پر وہ بزرگ ٹوکتے ہیں، اور عہد یاد دلاتے ہیں۔

(۷) أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ (الکہف ع ۱۰)

کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ضبط نہ کر سکیں گے۔

آپ نسیان کو عذر میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن پھر ایک امر پہلے سے بھی بڑھ کر اور آپ کے اپنے دائرۂ علم سے بہت باہر آپ کے مشاہدہ میں آتا ہے۔ اور آپ ٹوکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بزرگ پھر وہی ارشاد فرماتے ہیں۔

(۸) أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ (ایضاً)

میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ ضبط نہ کر سکیں گے۔

آپ عرض کرتے ہیں کہ اچھا میں اب کی اگر پھر بولا، تو آپ مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دیجئے گا۔ لیکن اب کی پھر جو مشاہدہ ہوتا ہے۔ وہ بھی آپ کی حدِ نظر سے باہر ہوتا ہے۔ اور آخرکار وہ بزرگ آپ کو اپنے سے جدا کر ہی کے رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

(۹) هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا۔ (الکہف ع ۱۰)

بس اب ہماری آپ کی جدائی ہے اب میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتائے دیتا ہوں۔ جن پر آپ سے ضبط نہ ہو سکا۔

اس سارے قصہ میں بیان خدائی علم اور بشری علم کے فرق کا نہیں، بیان اس فرق عظیم کا ہے۔ جو ایک پیغمبر برحق کے علم اور ایک دوسرے بزرگ کے علم کے درمیان

تھا؛ ۔ علم محیط و کامل، یا علم الٰہی کا ذکر ہی کیا!

انہیں حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں یہ بھی آتا ہے کہ جب آپؑ اپنے اہل خانہ سمیت مدین سے مصر کو چلے ہیں، تو رات کو راستہ میں ایک جگہ آپؑ کو روشنی نظر آئی، جسے آپ آگ سمجھے، اس وقت آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا۔

(۱۰) امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۔ (القصص ۔ ع ۳)

تم (یہیں) ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ شاید میں وہاں سے تمہارے لئے کچھ خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارا ہی لے آؤں جس سے تم تاپ سکو۔

لیکن جب وہاں پہنچے، تو آپ کو اپنے اندازہ کی شدید غلطی کا علم ہوا جس چیز کو جزم کے ساتھ آگ سمجھے ہوئے تھے۔ وہ نور الٰہی کی ایک تجلی نکلی۔ جو اس کے ذریعہ سے دھوکا جس طرح ہر بشر کو ہو سکتا ہے پیمبروں کو بھی ہوتا ہے۔

یہی حضرت موسیٰؑ جب ایک بار اپنی قوم کو اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے سپرد کر کے حسب طلب کوہ طور پر تشریف لے گئے ہیں، اور آپؑ کی غیر حاضری میں قوم نے گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ تو واپسی پر یہ منظر دیکھ کر آپؑ کو شدید غصہ آیا۔ اور آپؑ نے وہ غصہ حضرت ہارونؑ پر اتارنا شروع کیا ہے، کہ حضرت ہارونؑ اپنی صفائی یوں پیش کرتے ہیں۔

(۱۱) قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۔ (الاعراف ۔ ع ۱۸)

بولے اے میرے ماں جائے۔ ان لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا، اور مجھے مار ڈالنے کو تھے۔ تو تم مجھ پر دشمنوں کو تو مت ہنسواؤ، اور مجھے ظالم لوگوں میں تو نہ شمار کرو۔

لاعلمی اور بے خبری کے باعث، حضرت موسیٰؑ بھی کس درجہ دھوکے میں پڑ گئے تھے!

حضرت عیسیٰؑ کے ذکر میں آتا ہے کہ جب حشر میں آپؑ سے سوال ہوگا، کہ کیا تم اپنی امت کو مسیح پرستی اور مریم پرستی کی تعلیم دے آئے تھے، تو وہ جواب میں عرض کریں گے۔

(۱۲) سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ (المائدہ ۔ ع ۱۶)

تیری ذات پاک ہے، میں کس طرح ایسی بات کہہ سکتا ہوں جو میرے لئے (کسی طرح) درست نہ تھی، اگر میں نے کہا ہوتا تو تجھے ضرور ہی اس کا علم ہوتا، تو تو جانتا ہے اسے جو کچھ میرے دل میں ہے، لیکن میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے علم میں ہے، غیبوں کا خوب جاننے والا بس تو ہی ہے۔

اس میں علم الٰہی کے کامل ہونے کے اثبات کے ساتھ اپنے علم کامل کی نفی بھی صاف ہے۔

حضرت نوحؑ بھی ایک پیغمبر جلیل القدر گزرے ہیں۔ آپؑ کے متعلق ہے کہ جب آپؑ نے اپنے ڈوبتے ہوئے (لیکن مشرک) فرزند کے بچ جانے کی دعا کی ہے۔ تو ادھر سے جواب میں ارشاد ہوا

(۱۳) فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ (ہود ۔ ع ۴)

ایسی چیز کو مجھ سے نہ مانگو جو تمہارے علم سے باہر ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔

حضرت نوحؑ کو اس جلالت قدر کے باوجود اتنا بھی علم نہ تھا کہ تو وہ اُن کے فرزند مسلک توحید پر نہیں، وہ مشرک ہو چکے ہیں۔ اور یہی ان کو جتا دیا گیا۔

یہی حضرت نوحؑ جب اپنی قوم کو دعوت توحید دیتے ہیں، تو اپنے منصب پیغمبری کی تشریح میں صفائی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔

(۱۴) وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے

اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ ۔ (ہود۔ ع ۳) (سارے) خزانے ہیں۔ اور نہ میں علم غیب رکھتا ہوں۔

حضرت یعقوبؑ کی عظمت نبوت میں کس مسلمان کو شبہ ہو سکتا ہے جب آپؑ کے فرزندوں کی جماعت فلسطین سے مصر کے سفر پر جانے لگی تو آپ نے انہیں ایک ہدایت یہ بھی کی تھی کہ شہر میں سب ایک ہی پھاٹک سے داخل نہ ہونا۔ لیکن یہ تدبیر بھی انہیں ضرر سے نہ بچا سکی۔ وہاں ارشاد ہوتا ہے۔

(۱۵) مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۔ (یوسف۔ ع ۸) اور یہ ان (لڑکوں) پر سے خدا کا حکم کسی طرح بھی ٹل نہ سکا البتہ یعقوب کے دل میں ایک ارمان تھا۔ جسے انہوں نے پورا کر لیا۔

تدبیر کی یہ بے اثری ظاہر ہے کہ قدرت اور علم کی کمی ہی کا نتیجہ تھی۔

ایک نبی قدیم حضرت ہودؑ کے ذکر میں آتا ہے کہ جب آپؑ نے اپنی قوم کو عذاب آخرت سے ڈرایا تو وہ سرکش لوگ بولے کہ دھمکی کیا دیتے ہو، وہ عذاب لے آؤ نہ۔ اس پر آپؑ نے فرمایا۔

(۱۶) اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۔ (الاحقاف۔ ع ۳) (بولے) علم تو بس اللہ ہی کو ہے۔ مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے۔ بس وہ پہنچا رہا ہوں۔ البتہ تمہیں کو دیکھتا ہوں کہ جہالت کی باتیں بکے جاتے ہو۔

حضرت موسیٰؑ سے جب فرعون نے امتحاناً سوال کیا ہے کہ اچھا جو امتیں پہلے گزر چکی ہیں۔ وہ کس حال میں ہیں۔ تو آپؑ نے جواب میں علم الٰہی کا حوالہ دے کر گویا اپنی لاعلمی ظاہر کر دی۔

(۱۷) قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ آپ نے کہا کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس

فِي الْكِتَابِ ۔ (طٰہٰ - ع ۲) ایک نظیر یہ ہے ۔

ایک نبی حضرت زکریاؑ بھی ہوئے ہیں۔ جب آپؑ کو آپ ہی کی دعا پر کبر سنی میں فرزند کی بشارت دی گئی ہے، تو آپؑ نے فرطِ حیرت سے سوال کر دیا ہے۔

(۱۸) قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۔ (مریم - ع ۱)

عرض کی کہ اے میرے پروردگار، میرے اولاد کیونکر ہوگی، جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں ضعیفی کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔

اس حیرت کی بنا کیا تھی؟ وہی نبی کے علم کا محدود و ناقص ہونا۔

حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ تو نبی ہی نہیں، ابوالانبیاء ہوئے ہیں۔ آپؑ نے اپنے مشرک والد کے حق میں دعائے مغفرت کر دی۔ اور اس کا آپؑ کو علم بھی نہ ہو پایا کہ وہ تو موحد نہیں مشرک تھے۔ قرآن مجید نے اسے کھول کر بیان کر دیا ہے۔

(۱۹) وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۔ (التوبۃ - ع ۱۴)

اور ابراہیم کی دعائے مغفرت اپنے والد کے حق میں، تو وہ وعدہ کی بنا پر تھی جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے، تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے۔

علم کامل ہوتا تو اس کی نوبت ہی کیوں آتی۔

انہیں حضرت خلیل اللہؑ کے پاس جب فرشتے انسانی شکل میں آئے ہیں، اور آپ کو پیرانہ سالی میں تولدِ فرزند کی بشارت دی ہے تو آپؑ چونک سے پڑے ہیں۔ یہ اظہارِ تعجب، محض خلافِ اسبابِ عادیہ ہونے کی بنا پر تھا، جو خود ایک کرشمہ علم کی کمی کا تھا۔

(۲۰) قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَن مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ۔ قَالُوا

بولے بشارت تم مجھے اس حال میں دے رہے ہو کہ جب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ تو آپ بشارت

بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ۔ (الحجر۔ ع ۴) | کہ آپ کس بات کی بشارت دے رہے ہو؟ وہ بولے کہ (نہیں) ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دے رہے ہیں۔ سو آپ مایوس نہ ہوں۔

آپ نے انہیں پہچانا تک نہیں کہ یہ فرشتے ہیں۔ اور اسی لئے ان اجنبی نو واردوں سے آپ کو خوف بھی معلوم ہوا تھا۔

(۲۱) قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ (ایضًا) | آپ بولے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں۔

اِسی حقیقت کا اعادہ ایک جگہ اور بھی ہے۔

(۲۲) اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ (الذاریات۔ ع ۲) | جب وہ ابراہیمؑ کے پاس آئے تو انہیں سلام کیا۔ انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کیا۔ یہ اجنبی لوگ ہیں۔

اور یہی فرشتے جب وہاں سے چل کر ایک دوسرے پیغمبر حضرت لوطؑ کے ہاں آئے ہیں۔ تو آپ بھی نہ پہچان سکے کہ یہ فرشتے ہیں اجنبی انسان ہی سمجھے۔

(۲۳) قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ (الحجر۔ ع ۵) | آپ نے (ان نو واردوں سے) کہا کہ تم تو اجنبی لوگ ہو۔

پیغمبروں کا علم اگر کامل ہوتا تو فرشتوں کی شناخت میں انہیں دھوکا کیوں ہونے لگا تھا۔

ان سارے پیغمبروں کے علاوہ، خود سید الانبیاءؐ کے علم کی محدودیت کو قرآن مجید نے اور زیادہ کھول کر اور زیادہ تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے، مختلف زاویوں سے اور زندگی کے متعدد شعبوں میں۔

حضرت مریمؑ کی پیدائش اور پرورش کے واقعات بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوتا ہے۔

(۲۴) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۔ (آل عمران ۔ ع ۵) — یہ قصے غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جن کی ہم آپ پر وحی کرتے ہیں۔

غیب، علم، مقابل کی چیز ہے یعنی وہ چیزیں جو آپ کے دائرہ علم و خبر سے باہر ہیں۔ اور ایسے ہی الفاظ ایک جگہ اور آئے ہیں، جہاں لاعلمی میں آپ کو آپ کی قوم کے ساتھ شریک و شامل کیا ہے۔

(۲۵) تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۔ (ہود ۔ ع ۴) — یہ قصہ بھی غیب کی خبروں میں سے ہے جن کی ہم آپ کو وحی پہنچاتے ہیں۔ اس کو اس کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔

حضرت یوسفؑ کے قصہ کی تصریحات کے سلسلہ میں ہے، کہ یہ تو اب آپ کو قرآن کے ذریعہ سے بتائے جا رہے ہیں۔ ورنہ آپؐ اب تک ان سے بے خبر تھے۔

(۲۶) وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۔ (یوسف، ع ۱) — اور گو آپ اس سے قبل اس سے (محض) بے خبر تھے۔

اسی قصہ کی تفصیلات سے متعلق ایک جگہ پھر اسی سورت میں آپؐ سے علم کی نفی کی ہے۔

(۲۷) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۔ (یوسف ۔ ع ۱۱) — یہ قصے بھی ان غیبی خبروں میں سے ہیں جن کی ہم آپؐ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

علم غیب کی نفی خود آپؐ کی زبان سے کرائی گئی ہے۔ اور آپؐ سے کہلایا گیا ہے۔

(۲۸) وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ (الاعراف ع ۲۳) — اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو نفع خوب اکٹھے کر لیتا اور مضرت کوئی بھی مجھ کو واقع نہ ہوتی میں تو بس ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

اور یہ نفی اسی ایک جگہ نہیں دوسری جگہ بھی اسی تصریح و وضاحت کے ساتھ ہے۔

(۲۹) قُلْ لَّآ أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ أَقُوْلُ لَكُمْ إِنِّيْ مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحٰى إِلَيَّ ۔ (الانعام ۔ ع ۵)

آپ کہہ دیجئے میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے (سارے) خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اس وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جو میرے اوپر آتی ہے۔

پھر جس طرح عام بشری قانون ہے کہ بے علم انسان کو جو کچھ بھی علم ملتا ہے، وہ اللہ ہی کی تعلیم سے ملتا ہے۔ علّم الانسان مالم یعلم۔ اسی طرح پیمبر کی لاعلمی اور بے خبری کا علاج تعلیم الٰہی ہی سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ کو خطاب کرکے ارشاد ہوتا ہے۔

(۳۰) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔ (النساء ۔ ع ۱۷)

اور اللہ ہی نے آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ کے علم میں نہ تھیں۔

منافقین جو گروہ در گروہ مدینہ میں آباد تھے، ان کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ

(۳۱) لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۔ (التوبۃ ۔ ع ۱۳)

آپ ان سے واقف نہیں، ان سے ہم واقف ہیں۔

بار بار آپ سے سوالات امر قیامت کے وقت سے متعلق کیے جاتے تھے۔ یعنی قیامت کب آئے گی۔ جواب میں ہمیشہ آپ سے براہ راست یا بالواسطہ یہی کہلا دیا گیا، کہ مجھے وقت کا کیا علم، اس کا علم تو عالم الغیب ہی کو ہے۔

(۳۲) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ ۔ (الاعراف ۔ ع ۲۳)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہ کب واقع ہوگی۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کے پاس ہے۔ اس کے وقت پر اس کو بجز اللہ کے کوئی ظاہر نہ کرے گا۔

اسی سلسلہ میں گویا اسی سے متصل یہ بھی ہے۔

(۳۳) يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ (الاعراف - ع ۲۳)

یہ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔

اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا ہے۔

(۳۴) يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا۔ (النازعات)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب واقع ہوگی۔ اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق۔ یہ علم تو اللہ ہی پر منتہی ہوتا ہے اور آپ تو بس اس سے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو۔

آپ سے تو یہاں تک کہلوا دیا گیا ہے کہ مجھے تو اس کا بھی علم نہیں کہ تم سے جو کچھ وعدہ کیا جاتا ہے (عذاب کا، قیامت کا)، تو آیا وہ قریب ہے یا دور ہے۔

(۳۵) وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَا تُوعَدُونَ ...... وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔ (الانبیاء - ع ۷)

اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ ہوا ہے وہ قریب ہے یا دور دراز...... اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے امتحان ہو اور ایک وقت تک نفع پہنچانا ہو۔

اور اسی سے ملتا ہوا مضمون ایک دوسری جگہ۔

(۳۶) قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (الجن ع ۲)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے علم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کی ہے۔ غیب کا جاننے والا (بس وہی ہے) سو وہ

اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر ہاں اپنے
کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔

اور ایک بار پھر اسی سوال وقت قیامت کے سلسلے میں ۔

(۲۷) يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا۔ (الاحزاب ۔ ع ۸)

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کیا جانیں عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جائے۔

آپ کو تعلیم اسی دعا کی مل رہی ہے کہ اے میرے پروردگار، میرا علم بڑھا۔

(۲۸) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۔ (طٰہٰ ۔ ع ۶)

آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار، میرا علم بڑھا۔

ظاہر ہے کہ اگر آپ کا علم کامل و محیط ہوتا، تو علم میں اضافہ یا ازدیاد کے معنی ہی کیا رہ جاتے۔

آپ کو تو اس تک کا علم نہ تھا کہ آپ کو نبوت و کتاب مل کر رہے گی۔

(۲۹) وَمَا كُنْتَ تَرْجُوا أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۔ (القصص ۔ ع ۹)

آپ کو تو یہ توقع نہ تھی کہ (یہ) کتاب آپ پر نازل ہوگی، مگر آپ کے پروردگار کی رحمت سے (اس کا نزول ہو گیا)

اور دوسری جگہ۔

(۳۰) وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۔ (محمد ۔ ع ۴)

آپ کو ان لوگوں کو دکھا دیتے، آپ ان کے چہرے کے حلیوں کو ضرور پہچان لیں گے، ان کی لچھے دار بات کے ڈھب سے بھی ان کو پہچان لیں گے۔

(۳۱) وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ

تو آپ اس (کتاب) سے قبل نہ کوئی کتاب

كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ۔ (العنکبوت ۔ ع ۵)

پڑھے ہوئے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے ۔

دوسرے تو دوسرے ہیں، خود آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، اس تک کا علم آپ کو نہیں دیا گیا ہے۔ اور اس کو آپ کی زبان سے کہلا یا بھی گیا ہے ۔

(۴۲) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۔ (الاحقاف ۔ ع ۱)

آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں نہ مجھے اس کی خبر ہے کہ میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ کیا کیا پیش آئے گا۔

منافق اس طرف سے غافل اور بے فکر تھے، مگر اللہ ان کو بے نقاب کر کے رہے گا۔ عالم الغیب کے بتا دینے سے تو رسول اللہ کو ان کی ایک جزئی تفصیل معلوم ہو سکتی تھی۔

(۴۳) اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۔ (محمد ۔ ع ۴)

جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو (اسلام و رسول اسلام کے ساتھ) ظاہر نہ کرے گا؟ حالانکہ اگر ہم چاہتے تو ہم آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے، تو آپ ان کو حلیہ سے پہچان لیتے اور آپ ان کو ان کے طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے ۔

ان چیزوں سے آپ بھی ہر بشر کی طرح لاعلم ہی تھے۔ جبھی تو وحی الٰہی کو افشائے راز کی دھمکی دینے کی ضرورت پڑی ۔

آپ سے سب سے قریب رہنے والیاں، یعنی حضرت کی بیبیاں تک یہ خوب جانتی تھیں کہ آپ کو علم بس حد بشری تک ہے۔ اور علم الٰہی کی طرح کامل و محیط نہیں۔ چنانچہ ایک بار آپ نے ایک بی بی صاحبہ پر اُن کے ایک راز کو ظاہر کر دیا تو انہوں نے

جبریل سے دریافت کیا کہ آپ کو اس کی خبر کیسے ہوگئی۔

(۲۴) فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا۔ (التحریم۔ ع ۱) — جب آپ نے انہیں اس واقعہ کی خبر دی، تو وہ بولیں کہ آپ کو کس نے یہ خبر دی؟

اور آپ نے جواب میں یہ ارشاد نہ فرمایا، کہ خبر کون دیتا، مجھے خود ہی علم رہتا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ خدائے عالم الغیب نے مجھے خبر دے دی۔

(۲۵) قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ (ایضاً) — آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی خدائے علیم وخبیر نے۔

اسی طرح اور ایک اور سبق آموز جزئی واقعہ آپ کی سیرت مبارک کا قرآن مجید میں درج ہے کہ آپ نے ایک نابینا صحابی کی طرف سے منہ پھیر لیا، جب وہ آپ سے ایک سوال کر رہے تھے۔ اور آپ اس وقت قریش کے سرداروں کی تبلیغ دین میں مشغول تھے۔ اس پر خطاب الٰہی آپ سے یوں ہوا،

(۲۶) ۔۔۔۔ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى۔ (عبس) — آپ کو کیا خبر کہ وہ سنور ہی جاتے یا نصیحت قبول کرتے، تو وہ نصیحت کرنا انہیں نفع پہنچاتا۔

علم اگر آپ کا کامل ومحیط ہوتا، تو اس طرح خطاب کی نوبت ہی کیوں آتی۔

باب ۹

طبعی کیفیات و انفعالات

حضرات انبیاء اسلامی عقیدے میں صرف معصیت سے محفوظ ہوتے ہیں۔ بشری خصوصیات اور بشر کے جو طبعی کیفیات ہوتے ہیں، ان سے وہ منزہ نہیں، بلکہ ان میں وہ عام انسانوں کے شریک اور انہیں کے مثل و مماثل ہوتے ہیں۔

منکروں اور مشرکوں کے قبول حق کی راہ میں سب سے بڑھ کر انبیاء کی یہی بشری صفت مانع رہی ہے۔ فرعونیوں نے غرور و تکبر کے لہجے میں حضرت موسیٰ و حضرت ہارون سے متعلق۔

(۱) فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ ۔ (المومنون ۔ ع ۳)

کہ کیا ہم ایمان ان دونوں پر لے آئیں جو ہمارے ہی جیسے بشر ہیں اور ان کی قوم ہماری رعایا ہے۔

اور ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بھی یہی اعتراض پیش ہوا۔

(۲) وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ ۔ (الفرقان ۔ ع ۱)

(مشرکین مکہ) بولے کہ یہ کیسے رسول ہیں جو کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی ہیں، ان پر کوئی فرشتہ (مرئی صورت میں) کیوں نہ نازل ہوا۔

جواب میں ان چیزوں کو بطور حقائق تسلیم کیا گیا۔ اور ارشاد ہوا کہ ہاں، کھانے پینے کے اعتبار سے انبیاء اور تم سب میں کوئی فرق ہی نہیں۔

(۳) مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۔ (المؤمنون ۔ ع ۳)

یہ رسول بس ایک بشر ہی تو ہیں تم جیسے جس کھانے سے تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتے ہیں اور جس پانی سے تم پیتے ہو یہ بھی پیتے ہیں۔

عام قاعدہ ارشاد فرما دیا گیا کہ ان کے جسم ایسے بنائے ہی نہیں گئے کہ انہیں کھانے کی ضرورت نہ ہو، اور نہ یہ غیر فانی ہیں۔

(۴) وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۔ (الانبیاء ۔ ع ۱)

نہ ہم نے ان کے جسم ایسے بنائے کہ کھانے (پینے) کے نہ ہوں اور نہ یہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔

اور رسول صلعم کی تشفی و تسکین کے لئے خصوصی طور پر ارشاد ہوا،

(۵) وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۔ (الفرقان ۔ ع ۲)

اور ہم نے آپ سے قبل کوئی ایسے پیغمبر بھیجے ہی نہیں جو کھاتے (پیتے) نہ ہوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے نہ ہوں۔

پیغمبر کھاتے پیتے رہتے ہی ہیں۔ البتہ اپنی اس کھلائی پلائی کو براہ راست وہ منسوب حق تعالٰے ہی کی جانب کرتے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں۔

(۶) وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۔ (الشعراء ۔ ع ۵)

وہ الله ہی تو ہے جو مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

پیغمبروں کو بھوک لگتی ہے، اپنی اس حاجت مندی کا اظہار اپنے پروردگار سے کرتے ہیں۔ اور محنت کا کام کرکے سایہ میں جا بیٹھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا کوئی ایک لفظ بھی حشو و بلا ضرورت نہیں۔ کوئی خفیف جزئیہ بھی وہ بلا غرض و مقصد نہیں لایا ہے۔ حضرت موسٰیؑ کے قصہ میں ارشاد ہوا ہے۔

(۷) فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ

آپ نے دونوں لڑکیوں کے لئے (کنویں سے

فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ۔ (القصص۔ ع ۳) پھر کہ پانی پلایا۔ پھر سایہ کی طرف ہٹ کر عرض کی کہ اے پروردگار جو نعمت بھی تو مجھے دے میں اس کا حاجت مند ہوں۔

پیغمبر دوسروں کی خدمت کے لئے ان کے ہاں ملازمت بھی کر سکتے ہیں۔ اور ان سے اپنی خدمت کی اجرت یا تنخواہ طے کر سکتے ہیں۔ یہ سب تفصیلیں اسی قصۂ موسیٰ کے سلسلے میں اسی مقام پر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ (سورۃ القصص۔ ع ۳)

پیغمبر چلنے میں تھک بھی جاتے ہیں۔ جیسے ہر انسان بعد سفر کے تھک جاتا ہے۔ عظمت پیغمبری اس سے مانع ہرگز نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک لمبے سفر کے بعد اپنے خادم سے کہتے ہیں۔

(۸) آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا۔ (الکہف ع ۹) اب ہمارا ناشتہ لاؤ۔ ہم نے اس سفر سے بڑا تعب اٹھایا۔

نسیان بھی دنیوی معاملات میں پیغمبر کے لئے بالکل جائز ہے۔ اسی لئے سفر میں مچھلی کو اپنے خادم کی طرح خود حضرت موسیٰ بھی فراموش کر گئے تھے۔

(۹) فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا۔ (ایضاً) جب دو دریاؤں کے سنگم پر دونوں پہنچے تو دونوں (یعنی موسیٰ اور ان کے خادم) اپنی اس مچھلی کو بھول گئے۔

حضرت موسیٰ ہی کے قصے میں یہ بھی ہے کہ آپ اللہ کے ایک خاص بندے سے وعدہ کر چکے تھے کہ ان کے کسی عمل پر سوال نہ کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے فعل منکر پر آپ سے صدور ہو گیا۔

اور آپ سوال کر ہی بیٹھے۔ اور اس وعدہ خلافی پر ان بزرگ نے جب ٹوکا ہے۔ تو آپ معذرت میں بس یہی کہہ سکے، بھول چوک کو معاف کیجئے۔

(۱۰) قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ۔ (الکہف - ع ۱۰) — بولے کہ میری بھول پر آپ میری گرفت نہ کیجئے۔

اور نسیان محض دنیوی ہی نہیں، دینی معاملات تک میں پیمبر سے واقع ہو جانا ممکن ہے۔ یہ اور بات ہے کہ حق تعالیٰ اس کا تدارک بھی ہمیشہ بروقت کر دیتے ہیں۔ آیات قرآنی کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے۔

(۱۱) مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا۔ (البقرۃ - ع ۱۳) — ہم جو آیت (کے حکم) کو موقوف کر دیتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں (پیمبر کے ذہن سے) تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔

پیمبر بیماریوں سے محفوظ و مستثنیٰ نہیں ہوتے۔ بیمار بھی پڑ سکتے ہیں اور پڑتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں۔

(۱۲) وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ (الشعراء - ع ۵) — اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہی (اللہ) مجھ کو شفا دیتا ہے۔

حضرت ہی کی زبان سے ایک جگہ اور بھی بیماری کا مضمون ادا ہوا ہے۔

(۱۳) قَالَ إِنِّي سَقِيمٌ۔ (الصّٰفّٰت ع ۳) — آپ بولے کہ میں بیمار ہوں۔

طبعی حالات میں دوسرے انسانوں کی طرح پیمبر بھی رنجور و مضمحل اپنے کو پاتے ہیں۔ حضرت یونسؑ کے حال میں آتا ہے۔

(۱۴) فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ۔ (الصّٰفّٰت - ع ۵) — ہم نے انہیں ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا۔ اس حال میں کہ وہ رنجور تھے۔

بیماری سے اذیت بھی پیمبر محسوس کرتے ہیں، اور اس تکلیف سے نجات کی دعا بھی کرتے ہیں۔ حضرت ایوبؑ کے حالات میں آتا ہے۔

(۱۵) وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي — اور ایوب کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنے

مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (الانبیاء - ع ۶)

پروردگار کو پکارا کہ اے پروردگار! مجھ کو دکھ پہنچ رہا ہے۔ اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

دعا قبول ہوئی اور ان کی تکلیف دور کر دی گئی۔

(۱۶) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ ۔ (ایضاً)

سو ہم نے ان کی دعا قبول کی، اور انہیں جو دکھ پہنچ رہا تھا۔ اس سے انہیں نجات دی۔

حضرت یونسؑ ایک سخت جسمانی اذیت میں مبتلا تھے، اس سے آپ نے نجات کی دعا الحاح وزاری سے کی، اور آپؑ کو نجات دی گئی۔

(۱۷) فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۔ (ایضاً)

(یونس نے) ہم کو (مچھلی کے پیٹ کے) اندھیروں میں سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی خدا نہیں، تو (ہر عیب سے) پاک ہے، بے شک میں ہی قصوروار ہوں۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں گھٹن سے نجات دی۔

پیغمبر بڑی بڑی تکلیفوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں، اور ہوتے رہتے ہیں، اور ان سے نجات پانے کی دعا بھی کرتے ہیں۔ اللہ ہی انہیں آخر اپنے علم و کرم سے نجات دلاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت لوطؑ کے قصے کے آخر میں ہے۔

(۱۸) وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۔ (الانبیاء - ع ۶)

اور نوحؑ کا ذکر کیجئے جب اس سے قبل انہوں نے پکارا تھا، اور ہم نے ان کی دعا قبول کر لی تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑے بھاری کرب سے نجات دی۔

حضرت نوحؑ کی اور ان کے گھر والوں کے لئے یہ لفظ کربِ عظیم، تو اس سے نجات پانے

کا ذکر ایک جگہ اور بھی ہے۔ سورۃ الصّٰفّٰت ۔ ع ۳

اور ٹھیک یہی الفاظ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے سلسلے میں آئے ہیں کہ وہ بھی اذیت عظیم ہی میں مبتلا تھے۔

(۱۹) وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۔ (الصّٰفّٰت ۔ ع ۴) — اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے بھاری کرب سے نجات دی۔

پیمبروں کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں ہوتی۔ انہیں سخت امتحانوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو ذبح فرزند تک کا حکم اشارۃً ملا تھا اس پر ارشاد ہوا ہے۔

(۲۰) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۔ (الصّٰفّٰت ۔ ع ۳) — بے شک یہ بڑا سخت امتحان تھا۔

حضرت موسیٰؑ کی زبان میں کوئی گرہ تھی، جس سے آپؑ تقریر وضاحت اور روانی کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔ آپؑ نے دعا اس نقص سے نجات پانے کی کی۔ اور فرائض رسالت میں آسانی پیدا ہونے کی کی ہے۔

(۲۱) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ۔ (طٰہٰ ۔ ع ۲) — عرض کی اے میرے پروردگار مجھے شرح صدر عطا کر اور میرا کام آسان کر دے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔

اور آپؑ کا اپنی اس طبعی کوتاہیوں کو پیش کرنے کا ذکر دوسری جگہ بھی قرآن مجید میں ہے۔

(۲۲) وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ۔ (الشعراء ۔ ع ۱) — اور میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔

ضمناً اس حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی کہ اس قسم کی طبعی کوتاہیاں یا مرضیات کیفیتیں کوئی بھی منصب رسالت میں حائل نہیں ہو سکتیں۔

دوسرے انسانوں کی طرح، پیغمبروں پر بھی جانوروں تک کا قابو چل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک پیغمبر حق حضرت یونسؑ کو ایک بہت بڑی مچھلی اپنے پیٹ میں نگل گئی۔

(۲۳) فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۔ (الصّٰفّٰت ۔ ع ۵)
پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے۔

اور جب قابو جانوروں تک کا ان پر چل سکتا ہے تو دوسرے انسانوں کا تو ہر تصرف ظاہر ہے کہ ان کے اوپر بدرجۂ اولیٰ چل ہی سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت یونسؑ کو بھی کشتی والوں نے مجرم قرار دے کر اور انہیں بے بس پا کر دریا میں پھینک دیا۔

(۲۴) وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۔ (الصّٰفّٰت)
یونس بے شک پیغمبروں میں سے تھے۔ جبکہ وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے پھر قرعہ ڈالا تو یہی ملزم ٹھہرے۔

پیغمبروں کو سختیاں بڑی بڑی اٹھانا پڑتی ہیں۔ منکروں کی طرف سے ان پر ہر طرح کی زیادتیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور انہیں اپنے صبر و تحمل کا پورا امتحان دینا ہوتا ہے۔ انبیاء سابقین نے منکروں سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔

(۲۵) وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۔ (ابراہیم ۔ ع ۲)
اور تم نے ہم کو جو اذیتیں پہنچائی ہیں ان پر ہم صبر ہی سے کام لیں گے۔

پچھلی لغزشیں اگر کچھ ہوں، تو منصب نبوت پر سرفرازی سے، قبل اور اس میں حائل نہیں ہوتیں۔ حضرت موسیٰؑ کو آپ کی تبلیغ کے جواب میں جب فرعونیوں نے خون ناحق کر ڈالنے کا طعنہ دیا ہے۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا،

(۲۶) فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۔ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ
میں اس وقت یہ حرکت کر بیٹھا، جب میں غلطی کرنے والوں میں تھا۔ تو جب مجھے تم سے خوف

لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ (الشعراء ۔ ع ۲)

آہ، تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہوگیا۔ پھر مجھ کو میرے پروردگار نے حکمت عطا فرمائی اور مجھے پیمبروں میں شامل کردیا۔

پیمبروں کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ چپکے سے نکل جائیں اور دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے، دشمن ان کا پیچھا کرنے پر پوری طرح قادر رہتے ہیں۔

(۲۷) وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۔ (الشعراء ۔ ع ۴)

ہم نے موسیٰ پر وحی کی، کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ، بے شک تمہارا پیچھا بھی کیا جائے گا۔

پیمبروں پر رسوا کن، توہین انگیز الزام لگ سکتے ہیں۔ جن سے انہیں طبعاً تکلیف ہوتی ہے۔ تفصیل میں گئے ہوئے بغیر، حضرت موسیٰ کے ذکر میں ہے۔

(۲۸) لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۔ (الاحزاب ۔ ع ۹)

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی۔ پھر انہوں نے جو کچھ کہا تھا اللہ نے اس سے موسیٰ کی صفائی پیش کر دی۔

پیمبروں کو بعض وقت مخالفین کے مقابلے میں اس درجہ عاجز و درماندہ ہو جانا پڑتا ہے کہ بالآخر اللہ ہی سے فریاد و طلب نصرت کرنا پڑتی ہے۔ حضرت نوح نے تنگ و عاجز آکر دعا کی۔

(۲۹) اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۔ (القمر ۔ ع ۱)

میں درماندہ ہوں، سو تو ہی انتقام لے۔

پیمبر کے لئے علمی استعداد اور علوم و فنون میں قابلیت بالکل بھی ضروری نہیں۔ ہمارے رسول مقبول کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا ہے۔

(۳۰) مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ

آپ اس (کتاب) سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے

كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ ۔ (العنکبوت ۔ ع ۵)

پڑھتے تھے، اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے ۔

پیمبر حسن نسوانی سے متاثر ہو سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک بشری تاثر ہے اور یہ طبعی تاثر ذرا بھی خارج مرتبہ نبوت نہیں ۔ رسول اعظم تک کو مخاطب کرکے ارشاد ہوتا ہے ۔

(۳۱) لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ ۔ (الاحزاب ۔ ع ۶)

ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ ان بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں، اگرچہ آپ کو ان کا حسن اچھا معلوم ہو ۔

منکروں کی ضد اور ہٹ دھرمی دیکھ کر رسول کا قلب شدید اذیت قبول کرتا ہے ۔ آپ کو ایسے موقع پر صبر و سکون کی تلقین ہوتی ۔ اور بار بار ہوئی ۔ کہیں یوں ارشاد ہوا ۔

(۳۲) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۔ (الکہف ۔ ع ۱)

تو شاید آپ ان کے پیچھے، اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے، غم سے اپنی جان ہی ہلاک کر دیں گے ۔

اور کہیں اس سے ملتا ہوا یوں کہ

(۳۳) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۔ (الشعراء ۔ ع ۱)

تو آپ شاید اس پر کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنی جان ہی ہلاک کر دیں گے ۔

اور کہیں تبدیل عبارت کے ساتھ یوں کہ

(۳۴) فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۔ (الفاطر ۔ ع ۲)

تو ان پر تاسف کر کر کے کہیں آپ کی جان ہی نہ جاتی رہے ۔

غموں کی ممانعت کہیں صاف صاف بھی ہوئی ہے ۔

(۳۵) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ

آپ ان پر غم نہ کیجئے ۔ اور جو کچھ شرارتیں یہ کر رہے

فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ۔ (النحل ۔ ع ۱۶) — ہیں ۔ اس سے تنگ نہ ہوجئے۔

صبر کی تاکید اس سلسلے میں بار بار آپ کو ہوتی ہے ۔ کہیں صرف یوں ۔

(۲۶) فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ ۔ (طٰہٰ ۔ ع ۸) — جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، آپ اس پر صبر سے کام لیجئے۔

اور کہیں ان لفظوں میں ۔

(۲۷) وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۔ (المزمل ۔ ع ۱) — جو کچھ یہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی سے ان سے الگ ہو جئے ۔

اور کہیں انداز بیان یہ ہے کہ اللہ کے وعدے بہرحال پورے ہو کر ہی رہیں گے، آپ صبر سے کام لیتے رہئے۔

(۲۸) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۔ (المومن ۔ ع ۸) — آپ صبر سے کام لیتے رہئے، بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے ۔

(۲۹) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ۔ (الروم ۔ ع ۶) — آپ صبر سے کام لیتے رہئے، بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور یہ بے یقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے پائیں ۔

معاندین منکرین کے دل آزار رویہ سے آپ کے قلب کو اذیت پہنچنا، امر طبعی تھا، صبر کی فرمائش آپ کو اس موقع پر بھی ہوئی ہے ۔

(۳۰) فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ ۔ (قٓ ۔ ع ۳) — یہ لوگ جو کچھ بکتے ہیں، آپ اس پر صبر کرتے رہئے ۔

مخالفین و معاندین ہی نہیں مخلصوں، رفیقوں کی بھی بے تمیزیوں سے اذیت محسوس ہونا، ہر بشر کی طرح، آپ کے لئے بھی مرحلہ تھا ۔ قرآن مجید میں اس کی شہادتیں موجود ہیں ۔

(۴۱) وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ ۔ (الاحزاب۔ ع ۷)

تمہارے لئے (کسی طرح) درست نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ۔

حجاب و لحاظ، مروّت، ہر شریف معاشرہ میں ایک امر طبعی ہے، اور آپ بھی اس کے حصہ دار تھے۔ بعض مجلسی بد لحاظیاں طبع مبارک پر گراں گزرتی تھیں، لیکن مروّت سے آپ زبان پر نہیں لاتے تھے۔

(۴۲) إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۔ (ایضاً)

اس بات سے (کہ تم نبی کے ہاں کھانے کے بعد بھی برابر بیٹھے رہتے ہو) نبی کو ناگواری ہوتی ہے۔ لیکن وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں۔

منکروں کی فلاح دنیوی کو دیکھ کر مومنین صادقین کا حیرت میں پڑ جانا قدرتی تھا۔ رسول کا قلب بھی بہرحال بشری قلب ہوتا ہے۔ تنبیہ و ہدایت کی ضرورت اس باب میں رسول تک کے لئے ہوئی۔

(۴۳) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۔ (طٰہٰ۔ ع ۸)

اور آپ ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی وہ (سامان) نہ دیکھئے جس سے ہم نے (منکروں کے) مختلف گروہوں کو بہرہ ور کر رکھا ہے ان کی آزمائش کے لئے وہ دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے پروردگار کا عطیہ بہتر ہے اور پائدار۔

پاس قرابت و عزیزداری کے تعلقات کے لحاظ رکھنے کی توقع فطرت بشری میں داخل ہے اور پیمبر کی فطرت اس سے مستثنیٰ نہیں ہوتی۔ آپ کو حکم ملتا ہے کہ

(۴۴) قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۔ (الشوریٰ۔ ع ۳)

آپ (ان منکروں سے) کہہ دیجئے کہ اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کچھ بھی معاوضہ نہیں چاہتا، ہاں رشتہ داری کی محبت (کی توقع رکھتا ہوں)۔

پیمبروں کی خانگی، ازدواجی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے جیسی دوسرے انسانوں کی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنی ایک بی بی صاحبہ سے کوئی بات بطور راز کے فرمائی۔ انہوں نے کسی دوسری پر ظاہر کر دی۔ آپؐ کو وحی الٰہی سے اس کا علم ہو گیا۔ آپؐ نے اس کے ایک ٹکڑے کا ان بی بی صاحبہ سے ذکر فرمایا۔ اس پر انہیں حیرت ہوئی کہ آپؐ غیب داں تو ہیں نہیں، پھر یہ خبر آپؐ کو ہوئی تو کیسے۔ آپؐ نے جواب میں یہ کہہ کر ان کی تسکین کر دی کہ مجھے اس سے مطلع اللہ تعالیٰ نے کیا۔

(۴۵) وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ
(التحریم۔ ع ۱)

اور جب پیمبر نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات بطور سرگوشی فرمائی۔ پھر جب ان بی بی نے وہ بات کسی اور کو بتلا دی۔ اور پیمبر کو اللہ نے اس کی خبر کر دی۔ تو پیمبر نے کچھ بات تو جتلا دی اور کچھ ٹال دی۔ سو جب پیمبر نے ان بی بی کو وہ بات جتلائی تو وہ بولیں کہ آپ کو اس کی خبر کس نے کی؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر دی خدائے علیم و خبیر نے۔

اور جب یہ صورت سید المرسلین و سرور انبیاءؐ کے ساتھ پیش آ گئی، تو دوسرے پیمبروں کی خانگی و ازدواجی زندگیوں میں تو اس کے امکانات کہیں زیادہ ہی رہے ہیں۔

ہنسی جس طرح ہر بشر کو آتی ہے، پیمبر کو آ سکتی اور آتی ہے۔ ہنسی وقار نبوت کے منافی نہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں آتا ہے۔

(۴۶) فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا
(النمل۔ ع ۲)

آپؑ ان کی اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔

ذکر محض تبسم کا نہیں، صراحت "ضحک" کی بھی ہے۔

پیمبر کی زندگی، یہ نہیں ہوتا کہ شروع سے آخر تک پھولوں کی سیج پر بسر ہوتی ہو۔

قبل نبوت بھی طرح طرح کی شدید منزلوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ سرور انبیاء کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا ہے۔

(۴۷) اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۔ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۔ (الضحیٰ)	کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا۔ اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا۔ پھر راستہ بتا دیا اور اللہ نے آپ کو نادار پایا پھر آپ کو مالدار کیا۔

سرور انبیاء ہی کو مخاطب کرکے یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ کیسے شدید و ثقیل بار سے آپ گرانبار ہو رہے تھے مگر افضال الٰہی نے اس سے بھی آپ کو سبکدوش کیا۔

(۴۸) وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۔ (الانشراح)	اور ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

باب (۱۰)

ازواج، اولاد و طلبِ اولاد

انبیاء علیہم السلام عموماً مجرد اور لاولد نہیں گزرے ہیں۔ یہ نہیں ہوا ہے کہ اہل و عیال و خاندان کے جنجال سے اکثر و بالعموم آزاد رہے ہوں عام قاعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہ بیان ہوا ہے کہ۔

(۱) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۔ (الرعد - ع ۶)

اور یقیناً ہم نے آپ سے قبل رسول بھیجے ہیں اور ان کے لئے بیبیاں بھی رکھیں اور اولاد بھی۔

اور ہمارے حضورؐ کی تو ایک نہیں، متعدد ازواج مبارک تھیں۔ اور ان کا ذکر صیغۂ جمع میں بار بار آیا ہے۔ کہیں لفظ "ازواج" سے کہیں لفظ "نساء" سے۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (الاحزاب - ع ۴)

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہہ دیجئے۔

(۳) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ ۔ (الاحزاب - ع ۵)

اے پیغمبر ہم نے آپ پر جائز کر رکھی ہیں۔ آپ کی بیبیاں۔

(۴) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ۔ (الاحزاب - ع ۴)

اے پیغمبر کی بیبیو، تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

(۵) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۔ (الاحزاب - ع ۴)

اے پیغمبر کی بیبیو، تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کا مرتکب ہوگا۔ الخ

ان سب آیتوں سے رسول اللہ کی بیبیوں کا تعدد یا کئی کئی ہونا بہر حال ثابت ہوگیا۔ اور حضورؐ کا صاحب اولاد ہونا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پہلے تو بواسطہ اور ایک منفی طریقہ پر، وہ یوں کہ جب عرب جاہلی نے اپنے مذاق کے مطابق آپ کو طعنہ دلانا کا دیا، تو جواب میں الٹ کر انہیں طعنہ زنوں کے حق میں، حضورؐ کو مخاطب کرکے ارشاد ہوا کہ (آپ تو نہیں، ہاں)

(۶) إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔ — آپ کا دشمن ہی بے نشان رہ جانے والا ہے (الکوثر)

اور ایک دوسری آیت روشنی پڑ رہی ہے کہ زندہ رہنے والی آپ کی اولاد ذکور نہیں، اولاد اناث ہوگی، صاحبزادے نہیں، صاحبزادیاں ہونگی۔ ارشاد ہوا ہے کہ

(۷) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ۔ — محمد تم میں سے، مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ (الاحزاب۔ ع ۵)

یعنی آپ والد ماجد عورتوں یا صاحب زادیوں کے ہیں۔ پھر ایک آیت میں ذکر صاحب زادیوں کا بہ صیغۂ جمع آیا ہے۔ جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ صاحب زادیاں ایک نہیں، کم سے کم تین تھیں (کہ عربی میں صیغۂ جمع کا اطلاق کم سے کم تین کے عدد پر ہوتا ہے)

(۸) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ۔ — اے پیغمبر آپ اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں سے کہہ دیجئے۔ (الاحزاب۔ ع ۸)

ایک اور آیت سے یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ حضورؐ کے ذیل و عیال کا ایک مستقل خاندان تھا جس میں عورتیں اور لڑکے متعدد تھے۔

(۹) قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ۔ (آل عمران۔ ع ۶) — آپ (ان کافروں سے) کہہ دیجئے کہ آجاؤ ہم بلائیں اپنے لڑکوں کو اور تمہارے لڑکوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو۔

لفظ "ابناء" یہاں جس سیاق میں آیا ہے۔ اس سے مراد صلبی بیٹے نہیں بلکہ رشتے ناتے کے لڑکے (نواسے وغیرہ) ہیں جن پر مجازاً اپنی ہی اولاد کا اطلاق ہوتا ہے۔ غرض ایک مستقل خاندان تھا جس پر اطلاق اہل البیت کا ہوتا ہے مگر اصلاً اس سے مراد ازواج مبارک ہی ہیں۔

(۱۰) إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ ۔ | اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو (بالکل) دور رکھے۔

(الاحزاب، ع ۴)

یہ نیک اور پاک بیبیاں اگرچہ بشریت کے تقاضوں سے بری اور مستثنیٰ نہ تھیں اور احتمالات و امکانات جو سب کے لئے ہوتے ہیں ان کے لئے بھی تھے۔ چنانچہ ان کو تنبیہ کر کے وعید سنا دی گئی تھی۔

(۱۱) مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۔ | تم میں سے جو کوئی کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کو سزا بھی دوگنی دی جائے گی۔ اور یہ اللہ کے لئے (بالکل) آسان ہے۔

(الاحزاب، ع ۴)

لیکن ان کا مرتبہ جو تقویٰ کے ساتھ، دنیا جہاں کی عورتوں سے بالاتر تھا۔

(۱۲) لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ ۔ (الاحزاب، ع ۴) | تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ پر قائم رہو۔

اور ان کو ہدایتیں ایسی ملیں جو ان کی سطح اخلاق کو بلند کرنے والی اور ایک پیغمبر کے گھرانے کے شایانِ شان تھیں۔ اور ان کے لئے زندگی کا جو نقشہ تجویز ہوا وہ تمام تر طہارت و پاکیزگی کا تھا۔

(۱۳) فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ | تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو جس سے ایسے

(۱۳) الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا. وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ (الاحزاب - ۴)

شخص کو (برا) خیال ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔ اور بات قاعدہ کے موافق کہو۔ اور اپنے گھروں کے اندر قرار سے رہو اور زمانہ جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی نہ پھرو اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے (پیغمبر کے) گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو خوب پاک صاف کر دے۔

ان بیوی صاحبان کا امتحان بھی ان کے مرتبہ کے لائق اور دنیا کے عام معیار سے مختلف لیا گیا۔ اور انہیں اختیار دیا گیا کہ یہ تو دنیوی خوشحالی کی زندگی کا انتخاب کریں یا اللہ اور رسول کی صحبت و زوجیت کو۔

(۱۴) إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ (ایضاً)

اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور خوبی اسلوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔

اور چونکہ ان میں سے کسی نے بھی پہلی شق کو اختیار کر کے رسول کی زوجیت کو نہ چھوڑا نتیجہ خود بخود یہ نکل آیا کہ وہ تقویٰ و دنیا سے بے رغبتی کے اعلیٰ معیار پر قائم رہیں۔

ان سب آیتوں سے ثبوت حضورؐ کی متعدد ازواج اور خاندان کے وجود کا ملا۔ ویسا ہی ثبوت ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیلؑ کی ازدواجی زندگی کا ملتا ہے۔ آپؑ کی ایک بیوی صاحبہ تو بہرحال تھیں جو پیرانہ سالی کی حد تک پہنچ چکی تھیں اور اب تک اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔ چنانچہ جب فرشتوں نے آکر اس کی خوشخبری سنائی ہے تو انہوں نے اس

کو کمال حیرت سے سنا۔

(۱۵) فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ۔ (الذاریات - ع ۲)

اتنے میں آپ کی بیوی بولتی پکارتی ہوئی آگئیں اور اپنے ماتھے پر (انہوں نے) ہاتھ مارا۔ اور بولیں (میں) بوڑھی بانجھ!

اور ایک دوسری جگہ یہ مضمون اور تفصیل و تصریح کے ساتھ آیا ہے۔

(۱۶) وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ۔ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ (ہود - ع ۷)

اور (وہیں) ابراہیم کی بی بی کھڑی ہوئی تھیں تو وہ ہنس دیں پھر ہم نے ان کو بشارت دی اسحٰق کی، اور اسحٰق سے پیچھے یعقوب کی۔ وہ بولیں کہ ہائے کمبخت کیا میں بچہ جنوں گی بوڑھی ہو کر اور یہ میرے میاں ہیں بالکل بوڑھے۔ یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے! فرشتے بولے کیا تم کو تعجب اللہ میاں کے کام پر ہوتا ہے؟

اس کے بعد جب فرشتوں نے ان سے پھر خطاب کیا ہے۔ تو وہی لفظ اہل بیت استعمال کیا ہے جو حضور کے خاندان کے سلسلے میں ابھی اوپر گزر چکا ہے۔

(۱۷) رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ (ایضاً)

اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں اے (ابراہیم کے) گھر والو تمہارے اوپر۔

گویا آپ کا بھی مستقل خاندان موجود تھا۔ اور آپ کے دو صاحبزادوں اسمٰعیل و اسحٰق کا ذکر تو قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بار بار آیا ہے خود حضرت ابراہیم کی زبان سے ہے۔

(۱۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ (ابراہیم - ع ۶)

ساری حمد اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے (اس) بڑھاپا (میں) دو فرزند اسمٰعیل و اسحٰق عطا کئے۔

اور یہی ذکر ایک دوسری آیت میں۔

(۱۹) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۔ اور ہم نے انہیں اسحٰق و یعقوب عطا کئے۔

(مریم ۔ ع ۴)

اور پھر تیسری اور چوتھی جگہ ۔

(۲۰) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۔ (الانبیاء ۔ ع ۵) اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب پوتا عطا کیا۔

(۲۱) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ۔ اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کئے۔

(عنکبوت ۔ ع ۳)

اور پانچویں جگہ اسی مضمون کا مختصر اعادہ ۔

(۲۲) وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ۔ (الصافات ۔ ع ۳) اور ہم نے ابراہیم کو بشارت دی اسحٰق کی کہ وہ نبی اور نیک بندوں میں ہوں گے ۔

اور اسی طرح اسمٰعیل کا آپ کی اولاد میں ہونا بھی بیان ہوا ہے ۔

(۲۳) فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ ۔ (الصافات ۔ ع ۳) سو ہم نے ابراہیم کو بشارت دی ایک فرزند حلیم المزاج کی ۔ تو جب وہ لڑکا اس عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ دوڑنے پھرنے لگے ۔ تو وہ بولے کہ اے بیٹا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔

اور پھر ایک جگہ فرزند ان یعقوب اپنے والد ماجد کو ان کے بستر مرگ پر مخاطب کر کے کہتے ہیں ۔

(۲۴) نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۔ (البقرۃ ۔ ع ۱۶) اور ہم اسی خدا کی پرستش کریں گے جو آپ کا خدا تھا اور آپ کے باپ دادا ، ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کا ہے ، خدائے واحد۔

حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ ان دو ناموں کی تو صراحت قرآن مجید میں مل گئی۔ باقی ان کے علاوہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی کچھ اور اولاد ضرور ہوگی۔ اس لئے کہ قرآن نے صیغۂ جمع استعمال کیا ہے جس کے لئے تین کا عدد کم سے کم ہونا ضروری ہے۔

(۲۵) وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ۔ (البقرۃ - ع ۱۶) — اور اسی کا حکم دے گئے اپنے لڑکوں کو ابراہیم اور یعقوب بھی۔

اور پھر دوسری جگہ آپؑ نے دعا کی ہے۔

(۲۶) وَ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ (ابراہیم - ع ۲) — مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے رکھیو۔

(بنی، اصل میں بنین تھا، اور وہ جمع ہے "ابن" کی: حالت اضافت میں "ن" گر گیا)۔

گویا قرآن مجید ہی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد میں متعدد بیٹے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ ہی کے ذکر میں آتا ہے۔

(۲۷) وَ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ۔ (مریم - ع ۴) — وہ اپنے گھر والوں کو حکم دیتے رہتے تھے نماز اور زکوٰۃ کا۔

اہل سے عام طور پر اہلی بی بی ہی مراد لی جاتی ہے (و اختص بالاهل الرجل من امراته لغت) تو آپؑ کی بی بی صاحبہ کا وجود تو بہر حال اس سے نکل آتا ہے۔ باقی اس کے اصل معنی میں وسعت و عموم ہے۔ اس لئے ترجمہ "گھر والے" اور "متعلقین" اور "اہل و عیال" بھی صحیح ہے۔ اور استدلال پورے خاندان کے وجود پر بھی اس سے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے سلسلے میں ذکر ان کی ذریت کا بھی آتا ہے، جو اولاد در اولاد و اولاد در اولاد، پورے سلسلۂ نسل پر حاوی ہے۔

(۲۸) قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ (البقرۃ - ع ۱۵) — ابراہیمؑ نے کہا، اور میری نسل بھی (اس لفظ میں)

حصہ دار ہو گی؟

انہیں ابراہیمؑ کی زبان سے پھر ان کی ذرّیت کا ذکر ہوا ہے۔

(۲۹) رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ ۔ (ابراہیم ـ ع ۶)
اے ہمارے پروردگار میں نے بسا دیا ہے اپنی ذرّیت کو ایک بے کاشت میدان میں۔

اور دو ہی چار سطروں کے بعد ایک بار پھر۔

(۳۰) رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۔
اے پروردگار نماز کا اہتمام رکھنے والا بنا مجھ کو بھی اور میری ذرّیت میں سے بھی بعض کو۔

اور آپؑ ہی کے سلسلے میں ذرّیت کا لفظ دو جگہ اور بھی آیا ہے۔

(۳۱) وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالْکِتَابَ ۔ (العنکبوت ـ ع ۳)
ہم نے قائم رکھا ان کی نسل میں نبوت اور کتاب۔

(۳۲) وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ (الانعام ـ ع ۱۰)
اور ان کی نسل میں سے (ہدایت دی ہم نے) داؤد اور سلیمان کو۔

ایک جگہ ذرّیت ابراہیمؑ کو ذرّیت یعقوبؑ کے ساتھ ملا کر کہا ہے۔

(۳۳) وَمِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ ۔ (مریم ـ ع ۴)
اور ابراہیم اور یعقوب کی ذرّیت سے (تھے)۔

ایک قدیم جلیل القدر پیغمبر حضرت نوحؑ ہوئے ہیں۔ آپؑ کی زوجہ نافرمان کا ذکر ایک جگہ صراحت کے ساتھ ہے۔

(۳۴) ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۔ (التحریم ع ۲)
خدا کافروں کے واسطے حال بیان کرتا ہے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کا۔

اور آپؑ صاحب اولاد بھی تھے۔ ایک نافرمان بیٹے کا ذکر صراحت کے ساتھ آتا ہے۔

(۳۵) وَنَادٰی نُوْحُ ٴابْنَہٗ وَکَانَ فِیْ
اور نوحؑ نے اپنے فرزند کو پکارا اور وہ الگ پر

مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا۔ (ہود - ع ۴)

تھا، کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔

اور پھر اسی بیٹے کا ذکر دو چار سطروں کے بعد۔

(۳۶) فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ۔ (ہود - ع ۴)

اور (نوحؑ نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار میرا لڑکا بھی تو میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ بالکل سچا ہے۔

آپ ہی کے سلسلے میں آپ کے "اہل" اور آپ کی "ذریت" دونوں کا ذکر آتا ہے، جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ بچے اور نسل والے تھے۔

(۳۷) وَنَجَّیْنٰہُ وَاَھْلَہٗ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الْبٰقِیْنَ۔ (الصافات - ع ۳)

اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بہت بڑے کرب سے نجات دی۔ اور صرف باقی انہیں کی نسل کو رہنے دیا۔

اس سے یہاں تک معلوم ہو گیا کہ آپ کی نسل کا نہ صرف وجود تھا، بلکہ غرقابی سے وہی بچی رہی اور اسی سے آبادی کا سلسلہ چلا۔

بی بی کی ذات اہل میں خود ہی شامل ہے۔ اور "ابن" کا وجود اس کے وجود کو مستلزم ہے۔ تاہم قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ بھی زوجۂ نوحؑ کا ذکر کیا ہے۔ گو وہ ذکر خیر نہ ہو۔

(۳۸) ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ۔ (التحریم - ع ۲)

اور اللہ کافروں کے لئے حال بیان کرتا ہے نوحؑ کی بی بی اور لوطؑ کی بی بی کا، وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں۔

حضرت لوطؑ نبی کی بی بی، نافرمان بی بی، کا ذکر ایک جگہ تو تصریح کے ساتھ آیا ہے۔

(۳۹) اِمْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ۔ (ایضاً) نوحؑ کی بی بی اور لوط کی بی بی۔

اور چار جگہ اور حضرت لوطؑ ہی کے سلسلے میں ضمیر غائب کے ساتھ (وامراتہ) الحجر، ع ۴، النمل، ع ۴، الاعراف، ع ۱۰، العنکبوت، ع ۵ اور دو جگہ اور حضرت لوطؑ سے ضمیر مخاطب کے ساتھ، ہود، ع ۷، العنکبوت، ع ۴ ۔

حضرت لوطؑ کی بیوی کے علاوہ ذکر آپؑ کے خاندان کا، آپؑ کے "اہل" کا اور آپؑ کے آل کے لفظ سے بھی بار بار آیا ہے۔ آلِ لوطؑ کا ذکر ان چار مقامات پر: الحجر ع ۴، ع ۵، النمل، ع ۴، القمر ع ۲ ۔ اور "اھلہٗ" یا "اَھلَکَ" کے لفظ سے ان پانچ مقامات پر۔ الحجر ع ۵، العنکبوت، ع ۴، الاعراف، ع ۱۰۔ النمل ع ۴، ہود، ع ۷ ۔ آپؑ کا صاحبِ خاندان ہونا جس میں لڑکیاں لڑکے سب آگئے۔ انہیں آیتوں سے ظاہر ہے۔ اور آپؑ کی صاحبزادیوں کا ذکر صراحت کے ساتھ ان آیتوں میں موجود ہے۔

(۴۰) قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۔ (الحجر ۔ ع ۵)	(لوطؑ نے اپنی قوم والوں سے) کہا یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، اگر تم میرا کہنا کرو۔
(۴۱) قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ ۔ (ہود ۔ ع ۷)	(لوطؑ نے) کہا اے میری قوم والو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں، یہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہیں۔
(۴۲) قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۔ (ایضاً)	وہ لوگ بولے، آپ کو خوب معلوم ہے کہ آپ کی بیٹیاں ہمارے کام کی نہیں۔

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں کی نسل کا سلسلہ چلنے اور اسی میں سے پیغمبروں کے ہوتے رہنے کی شہادت بھی قرآن مجید دے رہا ہے۔

(۴۳) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ ۔ (الحدید ۔ ع ۴)	اور ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی نسل میں نبوت اور کتاب جاری رکھی۔

ذریت کا لفظ حضرت اسمٰعیلؑ کی زبان سے خود اپنے سلسلے میں ادا ہوا ہے اور اپنی اسی ذریت سے آپؑ نے ایک بڑی امت مسلمہ کے ظہور کی دعا کی ہے۔ آپؑ اور آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم خلیلؑ دونوں مل کر دعا کرتے ہیں۔

(۲۴) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔ (البقرة ـ ع ۱۵)

اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو (ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ) فرماں بردار بنا لے اور ہماری نسل میں سے ایک (بڑی) امت بھی فرماں بردار اٹھا۔

ایک پیمبر جلیل حضرت یعقوبؑ ہوئے ہیں۔ اسرائیل انہیں کا دوسرا نام تھا۔ اور ان کی نسل یعنی بنی اسرائیل کا ذکر قرآن مجید میں اس تفصیل و تکرار کے ساتھ آیا ہے، کہ اس سب کا نقل کرنا، ایک کھلی ہوئی حقیقت کو بلا ضرورت طوالت دینا ہے۔ باقی خود حضرت یعقوبؑ کے ساتھ آپ کی اولاد کا بھی ذکر کہیں صراحتاً اور کہیں دلالتاً قرآن مجید میں موجود ہے۔

(۲۵) اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَ قَالَ يٰبُنَىَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ۔ (یوسف ـ ع ۱)

وہ وقت قابل ذکر ہے جب یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ اے باپ میں نے (اپنے) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں دیکھتا کیا ہوں کہ وہ میرے آگے جھکے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے (اس) خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے نہ بیان کرنا۔

آیت سے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعدد بھائیوں (یا حضرت یعقوبؑ کی متعدد اولادوں) کا ہونا ملے پا گیا، بلکہ ان کی تعداد بھی گیارہ نکل آئی ہے دوسرے لفظوں میں حضرت یعقوبؑ کے صاحبزادے بارہ کی تعداد میں تھے۔

اور پھر چند سطروں بعد ذکر انہیں برادران یوسفؑ کا ہے۔

(۲۶) لَقَدْ كَانَ فِىْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖ

بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں (کے

اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ ۔ (یوسف ۔ ع ۲)

قصے) میں (بڑی) نشانیاں (موجود) ہیں سوال کرنے والوں کے لئے۔

اولادِ یعقوبؑ کے وجود اور ان کی تعداد پر یہ قرآنی شہادتیں تو دلالۃً تھیں۔ اب اولاد کے وجود پر بصراحت مزید بھی ملاحظہ ہوں۔ ایک جگہ حضرت یعقوبؑ کی بابت کہا ہے۔

(۴۷) وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ ۔ (یوسف ۔ ع ۱)

(اے یوسف تمہارا رب) تم پر اپنے انعام کی تکمیل کرے گا اور اولادِ یعقوب پر (بھی) جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پردادا پر کر چکا۔

پھر حضرت زکریاؑ کی زبان سے جو دعا کرائی ہے اس میں بھی ہے

(۴۸) فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۔ (مریم ۔ ع ۱)

(اے پروردگار) مجھے تو اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دیجئے جو میرا (بھی) وارث بنے اور اولادِ یعقوب کا (بھی) وارث بنے۔

اور پھر جہاں اپنی اولاد سے وصیتِ توحید کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کے لئے ہے وہیں اس کا عطف یعقوب علیہ السلام پر بھی ہے۔

(۴۹) وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ۔ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّیْنَ ۔ (البقرۃ ۔ ع ۱۶)

اسی (دینِ توحید) کا حکم دے گئے ہیں ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی (اپنے بیٹوں کو) کہ اے میرے بیٹو اللہ نے اس دین کو تمہارے لئے انتخاب کر لیا ہے۔

اس کے بعد مخصوص حضرت یعقوبؑ کے ذکر میں ہے۔

(۵۰) اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ۔ (ایضاً)

کیا تم لوگ (اس وقت) موجود تھے جب حضرت یعقوب کا آخری وقت آیا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ میرے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے

ایک اور پیغمبر جلیل، بنی اسحٰقؑ میں، حضرت ایوبؑ گزرے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں بصراحت آیا ہے۔ آپؑ غالباً فرزندانِ یعقوبؑ کے ہم عصر تھے اور آپؑ کا وطن شہر عوض تھا — عرب کے شمال و مغرب میں، کنعان یا فلسطین کی مشرقی سرحد سے متصل آپؑ کے بھی کنبہ یا خاندان کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

(۵۱) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ۔ (ص ۔ ع ۴)

اور ہم نے انہیں ان کا کنبہ (دوبارہ) عطا فرمایا اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت (خاص) سے، اور اہل دانش کی یادگار رہ جانے کے لئے۔

اور اسی مضمون کو خفیف لفظی فرق کے ساتھ پھر دہرایا ہے۔

(۵۲) وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ۔ (الانبیاء ۔ ع ۶)

اور ہم نے انہیں ان کا کنبہ (دوبارہ) عطا فرمایا اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت (خاص) سے اور عبادت گزاروں میں یادگار رہ جانے کے لئے۔

حضرت داؤد نبیؑ کے سلسلے میں آپؑ کی نسل کا ذکر صیغہ خطاب میں آیا ہے۔

(۵۳) اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا۔ (السبا ۔ ع ۲)

اے داؤد کی نسل والو، تم شکریہ میں (نیک) عمل کرو۔

اور اسی سے ظاہر ہے کہ اگر آپؑ کی ازواج (بصیغہ جمع) نہیں تو کم سے کم ایک بی بی تو ضرور ہی ہوں گی۔ اور آپؑ کے ایک فرزند کے نام کی بھی تصریح موجود ہے۔

(۵۴) وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ۔ (ص ۔ ع ۳)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیے۔

حضرت موسیٰ و حضرت ہارونؑ، پیغمبران عالی مقام کا صاحب اولاد ہونا توریت

و تاریخ سے تو ثابت ہی ہے، قرآن مجید نے بھی ضمناً ہی اس حقیقت کا اثبات کیا ہے۔

(۵۵) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ۔
(البقرۃ - ع ۳۲)

ان (بنی اسرائیل) سے ان کے (زمانہ کے) پیغمبر نے کہا، کہ اس (طالوت) کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا، جس میں تسکین کی چیز ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو اولاد موسیٰ اور اولاد ہارون تمہارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔

ان ساری آیتوں سے یہ واضح ہوگیا، کہ بطور ایک عمومی قاعدہ کے ہر نبی صاحب اہل وعیال ہوتا ہے، اور متعدد پیغمبران جلیل کے (جن میں سب سے سربلند ہمارے رسول رسول کریم ہیں) اہل وعیال کا ذکر قرآن مجید نے بصراحت بھی کر دیا ہے۔ اتنا ہی نہیں، پیغمبران کرام نے اولاد کی تمنا و آرزو بھی کی ہے۔ چنانچہ حضرت زکریا کی اس آرزو و دعا کا ذکر قرآن مجید نے بتصریح و بتکرار کیا ہے۔

(۵۶) وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ (الانبیاء - ع ۶)

اور زکریا (کا بھی تذکرہ کیجئے) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا، کہ اے میرے پروردگار مجھ کو لاوارث نہ رکھیو، اور (حقیقۃً) سب سے بہتر وارث تو تو خود ہی ہے۔

اولاد صالح کی یہ تمنا آپ نے اس حال میں کی، کہ جب آپ اس سن کو پہنچ چکے تھے، جب عادۃً اولاد کی توقع باقی نہیں رہتی، اور آپ کی اہل خانہ بچہ جننے کے ناقابل ہو چکی تھیں۔ اور دعا بھی آپ نے بڑے چاؤ اور ہوک کے ساتھ کی ہے۔

(۵۷) قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ

(زکریا نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں، اور سر میں بالوں کی

بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَآءِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ (مریم - ع ۱)

سفیدی پھیل پڑی ہے اور تجھ سے مانگ کر اے میرے پروردگار میں (کبھی) محروم نہیں رہا ہوں۔ مجھے اپنے بعد اپنے وارثوں کی طرف سے اندیشہ ہے اور میری اہلیہ بانجھ ہیں۔ تو آپ اپنے فضل خاص سے مجھے ایسا وارث عطا کر جو میرا وارث بنے اور اولاد یعقوب کا وارث بنے۔ اور اسے میرے پروردگار مقبول بھی کر۔

دعا قبول ہوئی۔ موانع حمل ہٹا دیئے گئے اور فرزند صالح کی بشارت مل گئی۔

(۵۸) فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ۔ (انبیاء - ع ۶)

سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو یحییٰ فرزند عطا کیا۔ اور ان کے لئے ان کی بی بی کو اولاد کے قابل بنا دیا۔

دعا بڑے مبارک وقت و محل میں کی گئی تھی اور دعا ذریت صالح کے لئے تھی۔ حجرہ بیت المقدس میں مریمؑ کے پاس خوارق عادت نعمتیں دیکھ کر تب آپ نے دعا کی تھی۔

(۵۹) هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَآءِ۔ (آل عمران - ع ۴)

وہیں (یا اسی وقت) زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی عرض کی کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اپنے (فضل) خاص سے نسل طیبہ عطا کر بے شک تو بڑا سننے والا ہے دعا کا۔

بشارت عین حالت نماز میں فرشتوں کی زبان سے ملی کہ فرزند صرف نامور ہوگا بلکہ ہر طرح صالح و سعید، یہاں تک کہ نبی ہوگا۔

(۶۰) إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا

اللہ آپ کو بشارت دیتا ہے یحییٰ کی جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے اور سردار ہوں گے

وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ (ایضاً) — اور بڑے نفس کو بہت روکنے والے ہوں گے اور نبی بھی ہوں گے صالحین میں سے۔

بشارت تھی اتنی حیرت انگیز اور اسباب ظاہری کے لحاظ سے اتنی مستبعد کہ کہاں تو خود ہی اس کے لئے دعا کی تھی اور کہاں عام بشری ذہنیت کے مطابق، اس پر خود حیرت سے جرح کرنے لگے، کہ ایک تو میں ضعیف، دوسرے میری بی بی عقیم۔ ان دو دو معذوریوں کے ہوتے ہوئے میرے اولاد ہوگی کیونکر؟

(۶۱) قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ (آل عمران - ع ۴) — عرض کی اے میرے پروردگار، میرے لڑکا ہوگا کیونکر درآنحالیکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں، اور میری بی بی بھی عقیم ہے۔

اور جب دوبارہ اس وعدہ کے تحقق کا یقین دلا دیا گیا، تو آخر میں اتنا کہے بغیر پھر بھی نہ رہ سکے،

(۶۲) رَبِّ اجْعَلْ لِّىْ اٰيَةً ۔ (ایضاً) — اے میرے پروردگار، میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے۔

اور جواب ملا کہ

(۶۳) اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۔ (ایضاً) — نشان تمہارے لئے یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن بات چیت نہ کر سکو گے بجز اشارے کے۔

یہ سب آیتیں تو صراحت سے حضرات انبیاء سے متعلق ہیں۔ باقی ایک جگہ ذکر "عباد الرحمٰن" (اللہ کے خصوصی اور مقرب بندوں) کا ہے۔ اور وہاں ان کی ایک علامت یہ بھی بتائی ہے کہ

(۶۴) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ — یہ وہ لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۔ ... کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم

(الفرقان ۔ ع ۶) ... کو پرہیزگاروں کا سردار بنا دے ۔

اور "عباد الرحمٰن" میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ شرف و اعلیٰ مرتبہ حضرات انبیاء کا ہوتا ہے اس لئے اگر اس دعا و تمنا کا تعلق ان حضرات سے بھی سمجھ لیا جائے، تو یہ کوئی بے جا اور بعید بات نہ ہوگی۔

غرض یہ کہ اہل و عیال کا ہونا نہ صرف یہ کہ نبوت کے منافی کسی درجہ میں بھی نہیں، بلکہ کثرت سے انبیاء صاحب ازدواج و اولاد ہوئے ہیں بلکہ بعض نے تو خاص اس کی تمنا اور دعا بھی کی ہے، یہاں تک کہ ایسی عمر میں کی ہے، جب عموماً اس کی توقع باقی ہی نہیں رہتی۔ تو انبیاء میں بشریت اس خاص حیثیت سے نہ صرف موجود بلکہ نمایاں رہی ہے۔

باب (۱۱)

زلّات و قربِ زلّات

وزیروں، امیروں، درباریوں میں کوئی زیادہ سے زیادہ بھی مقرب ہو، پھر بھی کہاں وہ کہاں بادشاہ۔ ایاز، سلطان محمود کا محبوب ترین افسر تھا، اس پر بھی سلطان سلطان ہی تھا اور غلام غلام! یہ تناسب جب دنیا کے شاہ و رعایا، آقا و غلام میں پایا جاتا ہے، جو بہرحال مجبور مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب ایک ہی سطح پر ہیں۔ تو پھر سلطانِ حقیقی اور بندہ اور خالق اور مخلوق کے درمیان فرق کا کہنا ہی کیا! بعید و متضاد کے لئے زبان میں جتنے بھی لفظ ہیں، سب اس کی مقدار فرق کے اظہار سے قاصر، بجز ایک لفظ بے نہایت کے اس بے حد و نہایت فرق کی بنا پر آقا کو اختیار ہے کہ غلام کو جس خطا، جس لغزش، جس جرم پہ جو چاہے سزا دے، اور جن لفظوں میں چاہے، اس کو تنبیہ کرے۔ یہ حقیقت بنیادی طور پر پیش نظر رہے، تو آئندہ سطور کے پڑھنے میں آسانی رہے گی۔

بشر اس طرح نہیں پیدا کئے جاتے، کہ ان کی فطرت ہی سے معصیت کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہو۔ اگر ایسے ہوں تو انہیں بشر کہا ہی کیوں جائے۔ وہ فوق البشر ہی نہ ہو جائیں۔ ایسی فطرت تو صرف ملائکہ (فرشتوں) کی ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء بھی نہیں کہ بہت کم لغزشوں کے قریب پہنچ گئے ہیں، بلکہ کبھی کبھی تو لغزشیں ان سے سرزد ہو کر بھی رہی ہیں۔ پھر عین وقت پر رحمت الٰہی نے ان ٹوٹتے ہوئے تعلق کو از سر نو جوڑ دیا۔

انبیاء کی زندگی کے دو دور ملے ہوتے ہیں۔ پہلا دور ہر نبی کی زندگی کا قبل نبوت ہوتا ہے۔ دوسرا دور، جب وہ منصب نبوت پر سرفراز ہو چکا ہوتا ہے۔ پہلے دور میں

مگر اس میں بہترین صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں، اور اپنے عام اخلاق و اطوار میں وہ اپنے ہم جنسوں سے علانیہ ممتاز ہوتا ہے، پھر بھی لغزشوں کا اس کے لئے نہ صرف امکان رہتا ہے، بلکہ واقعۃً ان کا صدور بھی اس سے ہو چکا ہوتا ہے، سب سے پہلا سبق آموز قصہ اس بارے میں حضرت آدمؑ کا ہے۔ وہ ابھی روئے زمین پر بحیثیت نبی آئے بھی نہ تھے، کہ شیطان نے اپنی وسوسہ اندازی کا اثر ان پر ڈال ہی دیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

(۱) فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا۔ (البقرۃ۔ ع ۴) — شیطان نے ان دونوں (آدم و زوجِ آدم) کو اس مقام سے ڈگا دیا۔

حضرت آدمؑ کی ذات کی حد تک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔

(۲) فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ۔ (طٰہٰ۔ ع ۷) — پھر شیطان نے ان (آدم) کو وسوسہ میں ڈال دیا۔

دوسری جگہ اس اجمال کی مختصر سی تشریح بھی ہے۔

(۳) فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ ..... فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ۔ (الاعراف۔ ع ۲) — تو شیطان نے ان دونوں (آدم و زوجِ آدم) میں وسوسہ ڈالا اور دونوں کو دھوکے سے نیچے لے آیا۔

ابوالبشر پر شیطان کی یہ وسوسہ اندازی کامیاب ہوئی۔ اور آپ سے شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لینے کی لغزش کا واقعی صدور ہو کر رہا۔

(۴) فَاَكَلَا مِنْهَا۔ (طٰہٰ۔ ع ۷) — دونوں نے اس (درخت) سے کھا لیا۔

یہی حقیقت دوسرے لفظوں میں۔

(۵) فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ۔ (الاعراف۔ ع ۲) — جب دونوں نے اس (درخت) سے چکھ لیا۔

لغزش کے طبعی نتیجے بھی معاً ظاہر ہوئے، اور گرفت بھی نافرمانی پر فوراً ہوئی۔

(۶) اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ — کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں

وَقُلْ لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ (ایضاً)

کر چکا تھا۔ اور یہ نہیں کہہ چکا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے ۔

جرم اس درجہ کا تھا، کہ اس پر عصیان و غوایت کا اطلاق صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے ۔

(۷) وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۔ (طٰہٰ ۔ ع ۷)

اور آدم نے اپنے رب کا قصور کیا، سو وہ بہک گئے ۔

اور شیطان کی یہ کامیابی آدم دشمنی، نسل آدمؑ کے سامنے بطور مستقل درس عبرت کے پیش فرمائی گئی ۔

(۸) يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا (الاعراف ۔ ع ۳)

اے آدم زادو، شیطان تمہیں کہیں فتنہ میں نہ ڈال دے، جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے نکلوا دیا تھا اس حال کے ساتھ کہ ان کا لباس بھی ان سے اُتروا لیا تھا جس سے ان کے ستر ان کو دکھائی دینے لگے ۔

غرض صراحت، بلکہ صراحت در صراحت تو حضرت آدمؑ کی زلت کی تو ہو چکی، لیکن یہ ساری حکایت ان کے دور قبل نبوت کی ہے نبوت سے سرفراز تو وہ اس دنیا میں آنے کے بعد ہوئے ہیں ۔ اور ایسی ہی صراحت حضرت موسیٰؑ کے دور قبل نبوت کی ایک لغزش کی وارد ہوئی ہے ۔ مصر میں ایک قبطی ایک اسرائیلی سے جھگڑ رہا تھا، اسرائیلی کی فریاد پر آپ اس کی مدد کو گئے ۔ آپؑ کے گھونسے کی ضرب سے وہ قبطی اتفاقاً مر گیا ۔ اس کا ذکر خود آپ کی زبان سے ہے ۔

(۹) فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ

موسیٰؑ نے اس کے گھونسا مارا جس نے اس کا کام ہی تمام کر دیا ۔ آپ نے کہا، یہ تو عمل شیطانی ہوا ۔

مُّبِیْنٌ۔ (القصص ۔ ع ۲) — بے شک شیطان تو کھلا ہوا دشمن ہے گمراہ کرنے والا۔

دوسری جگہ بھی آپ ہی کی زبان سے نقل ہوا ہے۔

(۹) قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (الشعراء ۔ ع ۲) — آپ نے کہا کہ مجھ سے یہ فعل ایسے وقت سرزد ہوا جب میں بھٹکے ہوؤں میں تھا۔ اس پر میں تمہارے ہاں سے، جب مجھے تم سے خوف معلوم ہوا، بھاگ گیا۔ پھر اللہ نے مجھے حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا۔

تو یہ داستان سرگزشت، دو پیغمبروں کی، ان کے دورِ نبوت سے قبل کی تھی۔ لیکن خود نبوت مل جانے کے بعد بھی یہ نہیں ہوتا کہ نبی سے بشریت ہی سلب کر لی جائے۔ اس کی فطرت ایسی بنا دی جائے کہ شیطانی تحریک سے اثر پذیری کی صلاحیت ہی اس میں باقی نہ رہ جائے اور پیغمبری دعوت میں خلط شیطانی کی سرے سے گنجائش ہی نہ رہنے پائے۔ حضورؐ کو مخاطب کر کے ایک عام قاعدہ سارے انبیاء کے حق میں سنا دیا گیا۔

(۱۰) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ۔ (الحج ۔ ع ۷) — ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول اور نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں شبہ میں ڈال دیا ہے۔

اور اس اجمالی بیان کے علاوہ بعض پیغمبروں کا تو نام لے کر ان کی لغزشوں کی صراحت فرمائی گئی ہے۔ ایک ان میں سے حضرت سلیمانؑ ہیں۔ ان کے ذکر میں ہے کہ ایک بار کسی دنیوی مال (روایتوں میں تو گھوڑوں کا آتا ہے) کا جائزہ لیتے وقت عبادت کا وقت آپؑ سے ٹل گیا تھا۔ اسے آپؑ ہی کی زبان سے ادا کیا ہے۔

(۱۱) فَقَالَ إِنِّيْٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۔ (صٓ - ع ۳)

بولے میں اس مال کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا، یہاں تک کہ آفتاب پردہ میں چھپ گیا۔

دوسرا ذکر آپؑ ہی کے والد ماجد حضرت داؤدؑ کا ہے۔ آپؑ سے بھی کوئی ایسی لغزش صادر ہو گئی تھی، جس کی تصریح قرآن مجید میں نہیں، لیکن بہرحال آپؑ کو اس سے استغفار کرنا پڑا تھا۔

(۱۲) وَظَنَّ دَاوٗدُ أَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ ○ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۔ (صٓ - ع ۲)

اور داؤدؑ کو خیال گزرا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے، سو انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے، سو ہم نے ان کو معاف کر دیا۔

تیسرا نام اس سلسلے میں حضرت یونسؑ کا آتا ہے، جن کی بابت یہ صراحتیں درج ہیں۔

(۱۳) وَذَا النُّوْنِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (الانبیاء - ع ۶)

اور ذوالنون کا بھی تذکرہ کیجئے، جب وہ خفا ہو کر چل کھڑے ہوئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر کوئی گرفت نہ کریں گے، پھر انہوں نے (مچھلی کے پیٹ کے) اندھیروں میں پکارا کہ (اے اللہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، میں بے شک قصورواروں میں ہوں۔

ہمارے نبی اکرمؐ کی ذات چونکہ انبیاء میں کامل ترین و جامع ترین ہوئی ہے اور تعلیم ہمیشہ کے لئے ہر ملک اور ہر زمانے کے لئے نمونہ اور حجت و سند کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے قدرۃً سب سے زیادہ احتساب بھی آپؐ ہی کے لئے مخصوص رہا۔ پہلی تنبیہ جو ہوئی ہے، وہ آپؐ کو حضرت یونسؑ ہی کی مثال دے کر فرمائی گئی ہے جو اپنے پروردگار سے

ذہنی طور پر دور ہو گئے تھے۔

(۱۴) فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ وَلَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَکْظُوْمٌ۔ (القلم - ع ۲)

آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر (وہ جو کچھ بھی ہو) صبر سے قائم رہیے، اور مچھلی والے (پیغمبر) کی طرح نہ ہو جائیے، جب کہ انہوں نے دعا کی اس حال میں کہ وہ غم سے گھٹے ہوئے تھے۔

حضورؐ کی حفاظت خصوصی کا انتظام اگر غیب سے نہ کر دیا گیا ہوتا، تو دشمنانِ حق و دین نعوذ باللہ معصوم آپؐ سے کیا کیا کرا لیتے رہتے۔

(۱۵) وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا۔ (بنی اسرائیل - ع ۸)

اور قریب تھا کہ یہ لوگ آپ کو اس سے بچلا دیتے جو ہم نے آپ پر وحی کی ہے۔ تاکہ آپ اس کے سوا ہماری طرف غلط بات کی نسبت کر دیں۔ اور ایسی حالت میں یہ لوگ آپ کو گہرا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب پہنچ گئے ہوتے۔

یعنی گو ہماری حفاظت نے آپؐ کو شیطانی اثرات سے ہمیشہ محفوظ ہی رکھا، اور آپؐ میں شائبہ بھی ان اثرات کا نہ آنے دیا، تاہم اس کا خطرہ اور احتمال تو بہرحال تھا ہی۔ انبیاء کی فطرت ایسی بنا کر بھیجنا کہ ان میں کسی شیطانی تاثر کے قبول کرنے کی صلاحیت ہی سرے سے نہ رہے، حکمتِ الٰہی کے منافی ہے۔

آیت سے متعلق جو دوسری آیت ہے، اُسے بھی پڑھ لیجیے، تاکہ تخویف و تہدید کا پورا نقشہ ذہن کے سامنے آ جائے۔

(۱۶) اِذًا لَّاَذَقْنٰکَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ

اگر کہیں ایسا ہوتا، تو ہم آپ کو دوہرا عذاب چکھاتے زندگی میں بھی اور موت میں بھی پھر آپ ہمارے

عَلَيْنَا نَصِيْرًا۔ (ایضاً) — مقابلہ میں کوئی بھی مددگار نہ پائے۔

پیغمبروں میں سب کا سردار و سر دفتر ہونا کوئی معمولی نعمت تھی؟ اور ظاہر ہے کہ ذمہ داریاں بھی مرتبے کے ساتھ ہی ساتھ چلتی ہیں۔ قدرتاً جتنا اہتمام آپؐ کی ذمہ داریوں کا رکھا گیا، آپؐ کے مرتبہ ہی کی نسبت سے ہے۔

ذیل کی تنبیہی آیتیں بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں، جن میں آپؐ کو ایک خفیف لغزش پر آگاہ و متنبہ کیا گیا، حالانکہ یہ لغزش بھی صرف صوری تھی، حقیقی نہ تھی۔

(١٤) عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى كَلَّا۔ (عبس)

(پیغمبر) چیں بجبیں ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے اس پر کہ ان کے پاس نابینا آیا۔ اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور ہی جاتا یا نصیحت قبول کرتا، سو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا۔ تو جو شخص بے پروائی برتتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑ جاتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ خشیت بھی رکھتا ہے، آپ اس سے بے توجہی کرتے ہیں۔ (ہرگز ایسا نہ کیجئے)

نابینا صحابیؓ کے بجائے فوری التفات اشراف قریش کی طرف فرمانے کی بنیاد تعلیم کی یہ دینی مصلحت تھی کہ ایک طرف مشرکین کے اکابر کو دین توحید کے اندر لانا تھا، اور دوسری طرف ایک مومن کو صرف کوئی جزئی مسئلہ بتانا تھا۔ اور اس لئے حقیقتہً اس واقعہ میں کسی زلت (لغزش) کا صدور آپ سے ہوا ہی نہیں، لیکن بہرحال عالم حقیقی و حکیم مطلق کی نظر میں یہ ظاہری اور صوری فروگذاشت بھی غیرت دینی کے تقاضے کے منافی تھی اور اس لئے قابل گرفت ٹھہری۔

اسی طرح جب قرآن مجید آپ پر فرشتہ جبرئیل کے ذریعہ نازل ہو رہا تھا، آپ وفورِ شوق میں فرشتہ کی قرأت کے ساتھ ہی ساتھ خود بھی کلام پاک کو دہرانا شروع کر دیتے تو ہدایت نازل ہوئی کہ یہ بات نہ چاہیے۔

(۱۸) لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔ (القیامۃ ۔ ع ۱)

آپ قرآن پر اپنی زبان نہ چلایا کیجئے، اس خیال سے کہ آپ اس کو جلدی جلدی لے لیں، یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھوا دینا۔

ایک بار ایک خاص قسم کے شہد سے احتراز کا عہد آپ نے کسی بی بی صاحبہ کی خاطر سے کر لیا۔ یہ گویا عملی صورت ایک حلال غذا کو اپنے اوپر حرام کر لینا تھا۔ بارگاہ خداوندی سے اس پر بھی گرفت ہوئی اور اس گرفت نے قیامت تک کے لئے قرآن مجید میں جگہ پالی۔

(۱۹) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ۔ (التحریم ۔ ع ۱)

اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے تو آپ اس کو کیوں حرام کئے لیتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔

اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بی بی سے عقد کر لینا اب بھی بہت جگہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور عرب جاہلیت میں تو یہ خاص طعن کی چیز تھی۔ اور محل طعن سے بچنا ہر بشر کے لئے ایک امر طبعی ہے۔ کوئی فسق یا ضلالت نہیں۔ پھر بھی حضورؐ سے جب ایک موقع پر اس قدر تقاضائے بشریت کا اظہار ہوا، تو ارشادِ ربی سے تنبیہ بھی نازل ہوئی۔

(۲۰) وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔ (الاحزاب ۔ ع ۱)

آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ اندیشہ لوگوں سے کر رہے تھے، حالانکہ اندیشہ کرنا آپ کو اللہ ہی سے سزاوار ہے۔

کہیں کسی مقدمہ و معاملہ میں آپ کسی کو بے قصور سمجھ کر اس کی رعایت یا حمایت نہ کرنے لگیں، تو یہ چیز بھی بارگاہ خداوندی میں آپ کے شایان شان نہ قرار پائی، اور تنبیہی آیتیں بلا تامل اس پر نازل ہو جائیں۔

(۲۱) إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۔ (النساء ع ۱۶)

بے شک ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری ہے حقیقت کے ساتھ تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔ اور آپ خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے اور استغفار کیجئے بے شک اللہ بڑا مغفرت کرنے والا، بڑا رحمت والا ہے اور ان لوگوں کی طرف سے وکالت نہ کیجئے جو اپنے ہی حق میں خیانت کرتے ہیں، اللہ ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو بڑا خیانت کرنے والا، بڑا گنہگار ہو۔

باب (۱۲)

دعا، استغفار، مناجات، استعاذہ

عبدیت کا ایک بڑا، بلکہ سب سے بڑا مظہر، بندہ کی اپنے رب سے دعا و مناجات ہے، خواہ یہ دینی و اُخروی سلسلے میں ہو یا دنیوی و مادّی میں۔ انسان اپنے اَن دیکھے مالک و مولا کو پکارتا اسی وقت ہے، جب کسی نہ کسی حیثیت سے اپنی بے بسیؔ، بیچارگی، ضعف عجز کا احساس کرتا ہے۔ اور جس نسبت سے یہ احساس گہرا اور مضبوط ہوگا، اسی نسبت سے اس پکار میں اخلاص، خضوع و خشوع بھی بڑھا ہوا ہوگا۔ اور قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی عبدیت اس معیار پر بالکل ہی پوری اُتر رہی ہے۔

سورۃ الانبیاء کے ایک رکوع میں ذکر متعدد پیمبروں کا ہے حضرت نوحؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت ادریسؑ۔ حضرت ذوالکفلؑ، حضرت یونسؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ کا۔ اور ان کے ذکر کے آخر میں ہے۔

(۱) اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۔	یہ سب نیک کاموں کی طرف دوڑتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے، شوق و خوف کے ساتھ اور ہمارے حضور میں دب کر رہتے تھے۔

(الانبیاء۔ ع ۶)

اس سے ذرا اوپر ذکر اور چند پیمبروں کا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ۔ حضرت اسحٰقؑ و حضرت یعقوبؑ کا۔ اور ان سب سے متعلق ہے۔

(۲) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ	اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے

بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِيْنَ۔ (الانبیاء - ع ۵)

ہدایت کرتے تھے، اور ہم نے ان پر وحی بھیجی نیک کاموں کے کرنے کی اور نماز کی پابندی کی اور ادائے زکوٰۃ کی، اور یہ لوگ ہمارے (بڑے) عبادت کرنے والے تھے۔

یعنی عبدیت سے بے نیازی انہیں ذرا بھی نہ تھی، اور وہ خود التجا و نیاز میں لگے رہتے تھے۔

سب سے پہلی تصریح ابوالانبیاء حضرت آدمؑ کے ذکر میں ملتی ہے جب اُن سے معصیت کا وقوع ہو چکا تو۔

(۳) فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ - ع ۴)

اس کے بعد آدم نے اپنے پروردگار سے حاصل کرلئے چند لفظ، اور وہ (پروردگار) اُن پر رحمت کے ساتھ متوجہ ہوا، اور وہ ہے ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان۔

یہ "چند الفاظ" ظاہر ہے کہ توبہ و معذرت کے تھے۔

اور پھر انہیں کی زبان سے مزید تصریح ہے،

(۴) قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف - ع ۲)

(آدم و حوا) دونوں نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر، تو اگر تو ہی ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہمارے اوپر مہربانی نہ کرے گا تو ہم سخت گھاٹے میں رہیں گے۔

مان لیجئے کہ یہ کلام زمانۂ نبوت سے قبل کا ہے، اور یہی تاویل حضرت موسیٰؑ کے بھی اس کلام میں ہو سکتی ہے، جو ان آپؑ نے ایک صرف صوری معصیت (بلا قصد قتل قبطی) کے بعد مناجات کی ہے کہ

(۵) رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي — اے میرے پروردگار میں نے (آپ) اپنی
فَاغْفِرْ لِي۔ (القصص ۔ ع ۲) — جان پر ظلم کر لیا، تو تو معاف کر دے۔

اور اس کی معافی کا پروانہ بھی حاصل کیا۔

(۶) فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ — سو اللہ نے انہیں معاف کر دیا، اور بے شک
الرَّحِيمُ۔ (ایضاً) — وہ بڑا مغفرت والا اور بڑا رحمت والا ہے۔

لیکن دوسرے مقامات پر جو مراجعین ہیں اور وہ بھی بہ تکرار، انہوں نے مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ دوراشتباہ کی گنجائش نہیں باقی رکھی ہے۔

حضرت نوحؑ اپنی قوم کی مسلسل نافرمانیوں اور اپنی دعوت کی مسلسل ناکامیوں سے عاجز آکر دعا کرتے ہیں۔

(۷) رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ۔ — اے میرے رب، میرا بدلہ لے اس کا کہ انہوں
(المؤمنون ۔ ع ۲) — نے مجھے جھٹلایا ہے۔

وہ کمال عجز سے یہ بھی عرض کرتے ہیں۔

(۸) أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ — میں (ہر طرح) درماندہ ہوں، تو تو بدلہ لے
(القمر ۔ ع ۱) — لے۔

اور وحی الٰہی سے یہ خبر پا جانے کے بعد کہ اب نافرمانوں میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا، یہ بھی عرض کرتے ہیں۔

(۹) رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ — اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے (اب)
الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ (نوح ۔ ع ۲) — ایک باشندہ بھی نہ چھوڑ۔

اور جب حکم الٰہی سے کشتی پر مومنین کے ساتھ سوار ہوتے ہیں تو خیریت کے ساتھ اترنے کی یوں دعا مانگتے ہیں۔

(۱۰) رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا — اے میرے رب مجھے مبارک اتارنا اتاریو، اور

وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ (المؤمنون ع۲) تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

اور پھر جب آپ اجتہادی غلطی سے اپنے نافرمان فرزند کی نجات کی درخواست کر بیٹھے، اور جواب ذرا رنگ عتاب میں ملا تو پھر کس الحاح و لجاجت سے معذرت بھی پیش کرتے ہیں۔

(۱۱) رَبِّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ أَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (ہود۔ ع۴)

اے میرے رب، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس امر کی کہ تجھ سے درخواست کروں ایسے امر کی جس کی (حقیقت کی) مجھے خبر ہی نہ ہو۔ اور اگر تو میری مغفرت نہ کرے گا، اور مجھ پر رحم نہ کرے گا، تو میں تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم خلیلؑ جب اپنے فرزند جلیل حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر بنائے کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے ہیں، تو ساتھ ہی ساتھ زبانوں پر یہ ترانۂ عبودیت بھی ہے۔

(۱۲) رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (البقرۃ۔ ع ۱۵)

اے ہمارے رب (یہ خدمت) ہم سے قبول فرما، تو ہی بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔

اور اسی کے ساتھ دعا بھی ذرا لمبی سی ہے۔

(۱۳) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ (البقرۃ۔ ع ۱۵)

اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنائے اور ہماری نسل میں سے ایک ایسی امت پیدا کیجئے جو تیری مطیع ہو۔ اور ہم کو ہمارے حج کے ارکان بتا، اور ہماری توبہ قبول کر، اور تو ہی ہے بڑا توبہ قبول کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا۔

اور پھر انہیں ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ایک بڑی لمبی دعا اپنے اور اپنی اولاد کے حق میں اور اپنے بسائے ہوئے شہر مکے کے حق میں، اس وقت منقول ہے، جب آپ نے

کی بھی، حساب قائم ہونے کے دن۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا، کہ پیمبر تک خود اپنی مغفرت تک کی دعا کرتے رہتے ہیں۔
اسی دعا کے درمیان میں ایک ٹکڑا مناجاتی رنگ کا یہ بھی آگیا ہے۔

(۱۶) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ (ابراہیم۔ ع ۶)

(ساری) حمد اللہ کے لئے ہے، جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل و اسحٰق (دو فرزند) عطا کئے، بے شک میرا پروردگار دعا کا بڑا سننے والا ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ انبیاء باوجود اپنی کبر سنی کے، اولاد کی طلب رکھتے ہیں، اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور قبول دعا کے بعد اس کے لئے خصوصیت کے ساتھ شکر گزار ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے، قبل نبوت، جب اتفاقی طور پر ایک مصری کی ہلاکت کی نوبت آگئی ہے، تو آپ بلا تامل اس کو ایک شیطانی حرکت قرار دیتے ہیں، اور توبہ و استغفار میں لگ جاتے ہیں۔

(۱۷) قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ۔ (القصص۔ ع ۲)

آپ بولے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہوئی، بے شک وہ کھلا ہوا دشمن ہے گمراہی میں ڈال دینے والا (پھر) بولے اے میرے پروردگار میں نے اپنے اوپر ظلم کیا، تو مجھے معاف کر دیجیو۔

اور آئندہ کے لئے پورے محتاط رہنے کا عہد کرتے ہیں۔

(۱۸) قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ۔ (ایضاً)

عرض کی اے میرے پروردگار چونکہ تو نے مجھ پر (بڑے) انعامات کئے ہیں، تو میں اب کبھی مجرموں کا پشت پناہ نہ بنوں گا۔

پھر جب آپ کے ہاتھوں قتل واقع ہو جانے کی خبر پھوٹ گئی ہے، اور آپ اپنی جان

کے خوف کے لئے شہر چھوڑ کر دوسرے ملک کو جاتے ہیں تو اپنی حفاظت کے لئے دعا کرتے جاتے ہیں۔

(۱۹) فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (ایضاً)

پھر آپ اس شہر سے نکلے خوف اور دہشت کی حالت میں (اور) بولے اے میرے پروردگار مجھے ان ظالم لوگوں سے بچا لیجو۔

پھر راستے سے ناواقفیت کی بنا پر اس ڈر سے یہ دعا بھی مانگتے جاتے ہیں کہ کہیں راہ سے بھٹک نہ جائیں۔

(۲۰) وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ (القصص۔ ع ۳)

پھر جب آپ مدین کی طرف ہو لئے، تو بولے کہ مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھی ہی راستہ پر چلائے گا۔

اس کے بعد جب آپ سفر کی منزلیں طے کر کے شہر مدین کے کنویں پر پہنچتے ہیں، اور وہاں دو شریف زادیوں کی کچھ خدمت بھی کی، تو فوراً آپ سایہ میں جا بیٹھتے ہیں، اور رفع گرسنگی کے لئے اپنے رب سے دعا کی ہے۔

(۲۱) ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ۔ (ایضاً)

پھر آپ ہٹ کر سائے میں جا بیٹھے۔ اور پھر آپ نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو جو نعمت بھی مجھ کو بھیج دے میں اس کا محتاج ہوں۔

اس سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ پیمبر دعائیں صرف روحانی ہی برکتوں اور حاجتوں کے لئے نہیں۔ بلکہ طلب رزق کے لئے بھی کرتے ہیں۔

اسی طرح جب آپ کو نبوت عطا ہوئی ہے، تو آپ نے مناجات کی ہے کہ میری مشکل آسان فرما دیجئے اور اس امر مہم میں میرے بھائی کو میرا شریک منصب کر دیجئے۔

(۲۲) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ

عرض کی کہ اے میرے پروردگار میرا حوصلہ

وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۔ (طٰہٰ ۔ ع ۲)

فراخ کر دے، اور میرا کام آسان بنا دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے، تاکہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے لئے میرے والوں میں سے میرا ایک معاون مقرر کر دے یعنی میرے بھائی ہارونؑ کو ان کے ذریعہ میری قوت کو مستحکم کر دے، اور انہیں میرے کام میں شریک کر دے۔

اس درخواست کی منظوری اور عطائے نبوت کے بعد جب ایک موقع پر پھر کوہ طور پر باریابی ہوئی ہے آپؑ نے درخواست لقائے رب کی ہے، اور آپؑ پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہے، اس سے افاقہ کے بعد آپؑ نے توبہ اپنی اس درخواست سے کی ہے۔

(۲۳) فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (الاعراف ۔ ع ۱۷)

تو جب انہیں افاقہ ہو گیا، تو انہوں نے عرض کی کہ بے شک تیری ذات منزہ ہے میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں ہی اس پر ایمان لاتا ہوں۔

حضرتؑ ایک بار توریت لینے کوہ طور پر گئے ہوئے تھے۔ اور اپنا نائب بنا کر حضرت ہارونؑ کو چھوڑ گئے تھے۔ اس درمیان میں حضرت ہارونؑ کی موجودگی و ممانعت کے باوجود آپؑ کی قوم نے گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی۔ آپؑ جب پہاڑ سے واپس آئے، اور قصداً حضرت ہارونؑ کو اس کا ذمہ دار سمجھ کر ان سے سخت برہم ہوئے۔ پھر جب آپؑ پر حقیقت حال ظاہر ہو گئی۔ آپؑ نے اپنے اور حضرت ہارونؑ دونوں کے لئے اپنے رب سے اس کی ارحم الراحمینی کا واسطہ دے کر دعائے مغفرت کی ہے۔

(۲۴) قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ

عرض کی اے میرے رب میری اور میرے بھائی کی مغفرت کر اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل

الرّٰحِمِیْنَ (اعراف ۔ ع ۱۸) — فرما ، اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم ہے ۔

ایسے ہی ایک موقع پر آپ اپنے رب کی خیر الغافرینی کا واسطہ دے کر اس سے دعا اپنی اور اپنی ساری اُمت کی مغفرت کی کرتے ہیں ۔

(۲۵) تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۔ (الاعراف ۔ ع ۱۹)

ایسے امتحانوں سے تو جسے چاہے گمراہی میں ڈال دے ، اور جسے چاہے ہدایت پر قائم رکھے ، تو ہی تو ہمارا مولیٰ ہے ، تو ہی ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم کر ، اور تو ہی بہترین مغفرت کرنے والا ہے ۔

حضرت یونسؑ کا شمار بھی بڑے پیغمبروں میں ہے ۔ آپؑ کی مناجات و استغفار کا مذکور قرآن مجید میں دو جگہ ہے ۔ پہلی بار یوں کہ

(۲۶) وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (الانبیاء ۔ ع ۶)

اور مچھلی والے (پیغمبر) کا تذکرہ کیجئے ، جب وہ خفا ہو کر چل کھڑے ہوئے اور سمجھے کہ ہم ان پر گرفت نہ کریں گے ۔ پھر انہوں نے اندھیروں کے اندر سے پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ، تو پاک ہے ، بیشک میں قصوروار ہوں ۔

دوسری جگہ آپ کا نام لے کر ذکر کرنے کے بعد ہے :

(۲۷) فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔ (الصّٰفّٰت ۔ ع ۵)

پھر انہیں مچھلی نگل گئی ، اس حال میں کہ وہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے تو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے ۔

یہاں گویا یہ بھی بتا دیا کہ اس پیغمبرِ برحق کو بطنِ ماہی کی قید سے رہائی جو ملی وہ اسی تسبیح و استغفار ہی کی برکت سے ملی۔

حضرت داؤدؑ کا جو مرتبہ پیغمبروں میں ہے، وہ معلوم و معروف ہے آپؑ کے تذکرہ میں ایک خاص واقعہ کے بعد آتا ہے۔

(۲۸) وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ۔ (ص۔ ع ۲)

اور داؤدؑ کو اس سے خیال گزرا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے پروردگار سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔

اور پھر ذرا آگے بڑھ کر حضرت سلیمانؑ کی عادت رجوع و توبہ کا ذکر ہے۔

(۲۹) نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ۔ (ص۔ ع ۳)

بڑے اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔

یہ حضرت سلیمانؑ، ایک بڑے دنیوی بادشاہ بھی تھے، اُن کے ذکر میں ہے کہ ایک بار جب اُن سے عبادت میں غفلت ہو گئی تھی تو فوراً اس کا احساس ہوا،

(۳۰) فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ (ص۔ ع ۳)

اور آپ کہنے لگے میں اس مال کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پردے میں چھپ گیا۔

اور آگے ذکر ہے کہ آپؑ نے علاوہ اس کی تلافی فرمائی۔

حضرت ایوبؑ کا صبر ایک حکایت مشہور ہے۔ آپؑ کی مناجات اور فریاد کا ذکر یوں آیا ہے۔

(۳۱) إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ۔ (ص۔ ع ۴)

جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔

اور یہی تذکرہ دوسری جگہ دوسرے لفظوں میں ہے۔

(۳۲) وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (الانبیاء۔ ع ۶)
اور ایوب کا تذکرہ کیجئے، جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے دکھ پہنچ رہا ہے اور تو سب سے بڑھ کر مہربان ہے۔

پھر ایک عام وصف ان کا وہی بیان ہوا ہے، جو حضرت سلیمانؑ کا بیان ہو چکا ہے۔ یعنی بہ تقاضائے عبدیت، توبہ و رجوع کی عام عادت۔

(۳۳) نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ۔ (صٓ۔ ع ۴)
وہ بڑے اچھے بندے تھے، بہت رجوع ہونے والے تھے۔

دوسرے پیمبروں کا ذکر ہو چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور امور میں ایک امتیاز حاصل ہے، اس خصوصیت میں بھی آپ ایک حیثیت خصوصی رکھتے ہیں۔ استغفار کا بار بار آپ کو حکم صریح ملا ہے، اور وہ بھی مطلق صورت میں، مثلاً

(۳۴) وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ۔ (النساء۔ ع ۱۶)
اپنے اللہ سے استغفار کیجئے۔

یا

(۳۵) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ (النصر)
اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح کیجئے، اور اس سے استغفار کیجئے۔

اور کہیں یہ حکم ذنب کے ساتھ مقید و مضاف ہو کر ملا ہے، مثلاً

(۳۶) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ۔ (المؤمن۔ ع ۶)
اپنے قصور پر استغفار کیجئے اور شام و صبح اپنے پروردگار کی پاکی اور حمد بیان کیجئے۔

یا پھر مثلاً

(۳۷) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ
اپنے قصور پر استغفار کیجئے اور ایمان والوں اور

وَالْمُؤْمِنَاتِ ۔ (محمد۔ ع ۲) ایمان والیوں کے حق میں بھی ۔

اور کہیں مغفرت و رحمت دونوں کی طلب ساتھ کرنے کا حکم ہوا ہے ۔

(۳۸) وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۔ (المومنون۔ ع ۶)
اور آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار (میری) مغفرت کر اور (مجھ پر) رحم کر، اور تو تو بہترین مہربان ہے ۔

کہیں یہ حکم ملا ہے کہ شیطان کے شر اور فتنہ سے پناہ مانگی جائے مثلاً

(۳۹) وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۔ (الاعراف۔ ع ۲۴)
اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پہنچنے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجئے ۔

اور انہیں لفظوں میں دوبارہ بھی یہی حکم ملا ہے ۔

(۴۰) وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۔ (حٰمٓ السجدہ۔ ع ۵)
اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پہنچنے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجئے ۔

اور کہیں یہی پناہ مانگنے کا حکم ان لفظوں میں ۔

(۴۱) قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۔ (المومنون۔ ع ۶)
آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آئیں ۔

کہیں آپ کو یہاں تک ہدایت ہوئی ہے کہ معاصر کافروں پر عذاب کی امکانی آمد سے بھی آپ اپنے لئے پناہ مانگیں ۔

(۴۲) قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ
آپ کہئے کہ اے میرے پروردگار جس عذاب

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ	کے دن کا کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے) اگر
(المومنون - ع ۶)	تو مجھے دکھا دے تو اے میرے پروردگار
	مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔

غرض استغفار کا ذکر دوسرے پیغمبروں کے سلسلے میں بصورت حکایت و قصہ کثرت سے آیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار و استعاذہ دونوں کا حکم بصراحت بار بار ملا ہے۔

باب ۱۳

مخالفت، تکذیب و ایذا

پیغمبروں کا کام آسان کبھی نہیں رہا ہے۔ اُن کی نرمی، شفقت، اخلاص، نیک خوئی، صلح جوئی، فراست و حسن تدبر کے باوجود یہ کبھی بھی نہیں ہوا ہے کہ ان کی راہ تبلیغ ہموار اور بلا رکاوٹ رہی ہو۔ تضحیک و تمسخر، قید و بند، زد و کوب سے ان کا مقابلہ ہمیشہ کیا گیا ہے، بلکہ نوبت کبھی کبھی تو ان کے قتل تک بھی آگئی ہے۔ اور یہ عجیب تخیل کہ ان کی حفاظت کے لئے ہر وقت فرشتے تعینات رہتے تھے، جو انہیں کسی حال میں ضرر و گزند پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔ واقعیت اور تاریخیت سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ انبیاء سے مخالفت اور ان کی راہ میں مزاحمت شروع سے دنیا کا دستور چلا آ رہا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ معاندین کی مخالفت و معاندت کا پیش آنا رہا ہے۔ اور پیغمبروں کے خلاف افتراء و بہتان کوئی انوکھی بات ہرگز نہیں۔

(۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ۔

(الانعام ۔ ع ۱۴)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کر دیئے، انسان اور جنات دونوں میں سے۔ ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکے میں ڈال دیں اور اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو ایسا نہ کر سکتے سو آپ چھوڑے رہئے ان (معاندین) کو اور اس افتراپردازی کو جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

اور یہ دین اپنے اعتقاد، منکرین آخرت اسی طریقے سے اپنے جتھے اور گروہ بنا بنا کر اپنے اسی شغل مخالفت انبیاء میں لگے رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ اوپر کی آیت کے معاً بعد اور اسی سے متصل ارشاد ہوتا ہے۔

(۲) وَلِتَصْغَىٰ إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ۔ (ایضاً)

تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کرلیں اور تاکہ ان امور کے وہ بھی مرتکب ہو جائیں جن کے وہ ہوا کرتے تھے۔

ضد، ہٹ دھرمی اور جمود ان منکروں کے خمیر میں داخل رہے ہیں۔ جہاں ایک دفعہ کلمۂ انکار ان کی زبان سے نکل گیا، بس اسی پر جم جاتے۔ اور اس سے ہٹنا جانتے ہی نہیں۔ حضرت نوحؑ کے بعد کی تاریخ دعوت انبیاء دیکھئے۔

(۳) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِن قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ۔ (یونس - ع ۸)

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا۔ سو وہ اُن کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔ پھر جس چیز کو انہوں نے پہلے جھٹلا دیا تھا، یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے۔ ہم سرکشوں کے دلوں پر اسی طرح بند لگا دیتے ہیں۔

ایسی شدید مخالفت یہ منکرین اپنے اپنے زمانہ میں پیغمبروں کی کرتے آئے ہیں، کہ خود وہ انبیاء، باوجود انتہائی پر امید اور مضبوط شخصیتیں رکھنے کے، مایوس ہو چلے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد ہوتا ہے۔

(۴) وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ... حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا

اور ہم نے آپ سے قبل مختلف بستی والوں میں سے جتنے بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی ... یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس

أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔ (یوسف۔ ع ۱۲)

ہو گئے، انہیں یہ گمان گزرنے لگا کہ انہیں سے غلط وعدہ تو نہیں ہوا، تو (اس وقت) انہیں ہماری نصرت پہنچ گئی۔

پیغمبروں سے تمسخر منکرین کی عام عادت، ہر دور میں رہی ہے۔

(۵) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ (الرعد۔ ع ۵)

جو پیغمبر آپ سے پیشتر ہو چکے ہیں تمسخر ان کے ساتھ بھی خوب ہو چکا ہے۔

پیغمبروں کی دعوت سے انکار، ان کے پیام کی حقیقت سے انکار، ان سے بات بات پر مقابلہ، یہ ان معاندین کا شیوۂ عام رہا ہے۔ قوم نوحؑ، قوم عاد و ثمود کی تصریح اور دوسری قوموں کے اجمالی ذکر کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

(۶) جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ۔ (ابراہیم۔ ع ۲)

ان کے پیغمبران کے پاس نشانات لے لے کر آئے لیکن ان قوموں نے اپنے پیغمبروں کے منہ میں اپنے ہاتھ دے دیئے اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس کی طرف سے بڑے تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

بڑا اعتراض ان لوگوں کا اپنے پیغمبروں سے یہی رہا ہے کہ تم تو بس ہم ہی جیسے انسان ہو، تو ہادی و رہبر کیسے ہو سکتے ہو؟ تم تو یہی چاہتے ہو، کہ ہمیں ہمارے دین آبائی سے برگشتہ کر کے رہو۔

(۷) قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ

وہ بولے کہ تم تو ہم ہی جیسے ایک بشر ہو، یہ چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جس چیز کی عبادت کرتے آئے ہیں، اس سے ہم کو روک دو سو ہمیں کوئی

مُّبِينٍ ۔ (ابراہیم ۔ ع ۲)

کھلا ہوا معجزہ دکھاؤ۔

پیام حق قبول کرنا الگ رہا، الٹی انھیں سے یہ فرمائش کرتے تھے، کہ تم اپنے دین جاہلی کی طرف واپس آجاؤ، ورنہ ہم تمھیں شہر بدر کرکے رہیں گے۔

(۸) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۔ (ابراہیم ۔ ع ۲)

اور ان کافروں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ کہ تم پھر ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ۔

پیغمبروں کے ساتھ تمسخر، منکرین کی ایک مستقل، مستمر عادت رہی ہے۔

(۹) وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ○ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ○ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۔ (الحجر ۔ ع ۱)

اور پیغمبروں میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں آیا، جس سے انہوں نے تمسخر نہ کیا ہو، اسی طرح ہم یہ تمسخر مجرموں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں، یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے۔ اور یہ دستور اگلوں سے چلا آرہا ہے۔

استہزاء و تمسخر ان کے لئے گویا ایک جزو غیر منفک رہا ہے، جس کے نتیجے بھی برابر بھگتتے رہے ہیں۔

(۱۰) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۔ (الانبیاء ۔ ع ۳)

اور آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں، ان کے ساتھ بھی تمسخر ہوا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا، ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا جس کا وہ تمسخر کرتے تھے۔

تکذیب ہر قوم کا شعار اپنے پیغمبروں کے مقابلہ میں رہی ہے، کئی ایک قوموں کو نام بنام ذکر کرکے ان کی یہی خصوصیت بیان کردی گئی ہے۔

(۱۱) وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ

اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو ان

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُودُ ۝ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ۝ وَّأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسَىٰ۔

لوگوں سے پہلے قوم نوح و عاد و ثمود اور قوم ابراہیم و قوم لوط اور اہل مدین بھی تکذیب کر چکے ہیں۔ اور موسیٰ کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے۔

(الحج - ع ۶)

منکروں میں سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی دشمن نبی وقت کا پیدا ہوتا رہا ہے۔

(۱۲) وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ۔ (الفرقان - ع۳)

اور اسی طرح ہم ہر نبی کے دشمن مجرم لوگوں میں سے بناتے رہتے ہیں۔

اس مخالفت میں پیش پیش ہر قوم کے بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں کو اپنی مال و دولت اور اپنے جتھے پر بڑا گھمنڈ رہا ہے۔

(۱۳) وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ۔

اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم ان احکام کے منکر ہیں جنہیں دے کر تم کو بھیجا گیا ہے اور وہ بولے کہ ہم (تم سے) مال و اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہم پر عذاب ہونا ہوتا نہیں۔

(السبا - ع ۴)

بڑی بڑی ترقی یافتہ قومیں شدید مخالف پیغمبروں کی رہی ہیں۔

(۱۴) وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ۔

اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی ہے، اور یہ (مشرکین) تو اس سامان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے ہیں جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا۔ غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی، سو میرا عذاب کیسا ہوا۔

(السبا - ع ۵)

رسول اللہ کی تسکین و تسلی کے موقع پر ارشاد ہوا ہے کہ آپ کی تکذیب کوئی نئی ؛

تھوڑے ہی سے ۔ یہ تو سارے پیمبروں کی ہوتی رہی ہے ۔

(۱۵) وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۔ (الفاطر ۔ ع ۱)

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں ، تو آپ کے پیشتر بھی (سارے) پیمبر جھٹلائے جا چکے ہیں ۔

بعض قوموں کا تو نام لے کر بتایا گیا ، اور باقی یہ ارشاد ہوا کہ منکرین تو ہر دور میں اپنے پیمبروں کے مقابلہ میں دست درازی تک پر آمادہ رہے ہیں ۔

(۱۶) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ ۔ (المؤمن ۔ ع ۱)

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے بھی جو کہ ان کے بعد ہوئے جھٹلایا تھا اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور ناحق کے جھگڑے نکالے ، تاکہ اس ناحق سے حق کو باطل کریں ۔

ایک بار پھر آپ کی تسلی کے لئے آیا ہے ، کہ آپ کو جو خطابات منکروں سے مل رہے ہیں ، یہ سب پرانے پیمبروں کو بھی مل چکے ہیں ۔

(۱۷) مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۔ (حٰمٓ السجدہ ۔ ع ۵)

آپ کے لئے تو بس وہی کہا جاتا ہے ، جو آپ کے پیشتر رسولوں کے لئے کہا جا چکا ہے ۔

تمسخر و استہزاء سے استقبال تو ہر نبی کا ہوتا رہا ہے ۔

(۱۸) وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۔ (الزخرف ۔ ع ۱)

اور کوئی نبی ان کے پاس ایسا آیا ہی نہیں جس سے انہوں نے تمسخر نہ کیا ہو ۔

ہر قوم کے مالدار لوگ ۔ پیمبروں کے مقابلہ میں ، اپنے دین آبائی کی نصرت و حمایت پر اڑے رہے ۔

(۱۹) وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا

اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیمبر نہیں بھیجا ، کہ وہاں کے آسودہ حال

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ..... قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ۔ (الزخرف - ع ۲)

لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک (خاص) مسلک پر پایا ہے اور ہم انہیں کے پیچھے چلے جا رہے ہیں ..... اور بولے کہ ہم اس کو تو مانتے ہی نہیں جسے دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے۔

اپنے پیغمبروں کو ساحر و مجنون قرار دینا، قدیم قوموں کا شعار شروع سے چلا آرہا ہے۔

(۲۰) كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝ أَتَوَاصَوْا بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ۔ (الذاریات - ع ۳)

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا، جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو، کیا اس کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ لوگ ہیں ہی سرکش۔

تاریخی قومیں جتنی بھی ہوئی ہیں، سب ہی نے انبیاء وقت کی مخالفت و تکذیب کی ہے۔

(۲۱) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۝ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ۔ (ق - ع ۱)

اور ان لوگوں کے قبل قوم نوحؑ اور اصحاب رس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوطؑ اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع (سب ہی) پیغمبروں کی تکذیب کر چکے ہیں۔

مشرکوں کی سمجھ میں یہ بات کبھی نہ آئی، کہ کوئی بشر بشر ہو کر بھی رہنمائے بشر اور فرستادۂ الٰہی ہو سکتا ہے۔ اصل مقابلہ اپنے پیغمبروں سے وہ اسی محاذ پر کرتے رہے۔ اور اسی کے انکار و تردید میں لگے رہے۔

(۳۲) ذٰلِكَ بِأَنَّهٗ كَانَتْ تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا ۔ (التغابن ـ ع ۱)

یہ اس لئے ہوا کہ ان (منکروں) کے پاس جب ان کے پیغمبر نشانات لے کر آتے۔ تو یہ بولے کہ کیا ہماری ہدایت ایک بشر کرے گا؟ تو انہوں نے اس سے انکار کیا، اور روگرداں رہے۔

ایک مختصر جامع فقرے میں پیغمبروں کی زبان سے ان تمام اذیتوں کی طرف اور توہینوں کی طرف اشارہ کرا دیا گیا ہے، جو معاندوں کے ہاتھ سے انہیں ہر دور میں پہنچتی رہی ہیں۔ ظالموں کو مخاطب کرکے ان مقدس برگزیدوں کی زبان سے ارشاد ہوا ہے۔

(۳۳) وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۔ (ابراہیم ـ ع ۲)

اور ہم تو صبر ہی کریں گے۔ ایذا پر جو تم ہمیں پہنچاتے رہتے ہو۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ منکروں نے اپنے پیغمبروں کو قتل و ہلاک تک کر ڈالا، خود اپنے ہی قانون وضابطہ کو توڑ کر۔ قرآن مجید نے یہ حکایت بار بار بیان کی ہے۔ خصوصاً قوم اسرائیل کے سلسلہ میں۔

اس قوم کی مسلسل بدکرداریوں اور نافرمانیوں کی تاریخ کے سلسلے میں ایک بار نہیں کئی بار برائے نام لفظی اختلاف کے ساتھ دہرایا گیا ہے، کہ

(۳۴) وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۔ (البقرہ ـ ع ۷)

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی) ناحق و بے قصور قتل کرتے رہتے ہیں۔

(۳۵) وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۔ (آل عمران ـ ع ۳)

" "

(۳۶) وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ (آل عمران ـ ع ۱۲)

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی) ناحق و بے قصور قتل کرتے رہتے ہیں۔

(۳۷) وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ

وہ اپنے پیغمبروں کو (خود اپنے معیار سے بھی)

سرسری۔ اور ہم تم لوگوں میں کوئی بات بھی اپنے سے زیادہ نہیں پاتے، اور ہم تو تم کو جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔

اور آخر میں انہوں نے آپ کو چیلنج بھی پورے گستاخانہ لہجہ کے ساتھ کیا ہے۔

(۲۳) قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ (ہود ۔ ع ۳)

وہ لوگ بولے کہ اے نوحؑ تم ہم سے بحث کر چکے اور بحث بھی بہت کر چکے، سو وہ (عذاب) ہم پر لے آؤ، جس کی دھمکی ہم کو دیا کرتے ہو اگر سچے ہو۔

حضرت نوحؑ نے خود بھی عاجز آکر ان سے یہی کہا کہ اچھا تم کر گزرو جو کچھ تمہارے بس میں ہو کر لو۔

(۲۴) يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۔ (یونس ۔ ع ۸)

اے میری قوم، اگر تم کو میرا رہنا اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا گراں گزرتا ہے، تو میرا اللہ ہی پر بھروسہ ہے، سو تم اور تمہارے شریک اپنی تدبیر پختہ کر لیں، پھر وہ تدبیر تم کو گھٹن کا سبب نہ ہو، پھر اسے میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔

آپ پر ایمان، آپ کی قوم میں سے بس کچھ ہی لوگ لائے۔ باقی سب تکذیب و انکار ہی میں مبتلا رہے۔

(۲۵) وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۔ (ہود ۔ ع ۴)

اور ان کے ساتھ کوئی بھی ایمان نہ لایا بجز تھوڑے سے آدمیوں کے۔

پھر جب آپ کو طوفان و سیلاب سے بچنے کے لئے کشتی بنانے کا حکم ہوا، تو آپ کی قوم کے بڑے لوگ جب ادھر سے گزرتے، تو الٹی آپ پر ہنسی کرتے۔

(۳۶) وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۔ (ہود)

اور جب کبھی ان کی قوم کے سرداران پر سے گزرتے تو ان سے تمسخر کرتے۔

آپ بہ نسبت کوئی اپنی قوم کے ہاتھ سے سخت بلاؤں میں مبتلا رہے۔ بالآخر وہ سب بدکردار و مکذب غرق ہوئے اور آپ کو گروہ مومنین کے ساتھ نجات حاصل ہوئی۔

(۳۷) فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ۔

(الانبیاء ۔ پ ۱۷)

تو ہم نے نوح کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑے رنج سے نجات دی اور ہم نے ان کا انتقام ایسے لوگوں سے لیا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ وہ بہت برے لوگ تھے سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

قوم کے بڑے لوگوں نے عجیب عجیب سفیہانہ اعتراضات آپ کی ذات پر وارد کئے اور اس کے آپس میں خوب چرچے کئے۔

(۳۸) فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ۔

(المومنون ۔ پ ۱۸)

ان کی قوم کے سرداروں میں سے جو کافر تھے، وہ بولے کہ یہ شخص اور ہے کیا بجز اس کے کہ تمہارا ہی سا ایک بشر ہے۔ چاہتا ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے۔ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو فرشتے بھیجتا۔ ہم نے تو یہ بات (کبھی) اپنے اگلے بڑوں میں سنی نہیں۔ بس یہ تو ایک شخص ہے جس کو جنون ہو گیا ہے۔

اور آپ سے کھلم کھلا حقارت کے لہجہ میں کہا۔

(۳۹) قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ۔ (الشعراء ۔ پ ۱۹)

کیا ہم ایمان لائیں تم پر، اور آپ کے ذلیل پیرو ہیں۔

جل ثنائیں۔

پیمبروں کا علم مثالی و معیاری ہوتا ہے۔ لیکن ہر بشری قوت و صلاحیت کی طرح، علم کی بھی ایک حد و نہایت ہوتی ہے۔ آخر جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قوم کے غنڈے اور بدمعاش آپ کو آزار جسمانی دے کر آپ کا کام ہی تمام کر ڈالنے پر آ گئے۔ چنانچہ وہ لوگ۔

(۴۳) قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ۔ — بولے کہ اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور ہی سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

(الشعرآء ۔ ع ۶)

تو مجبور و مضطر ہو کر آپ کو بھی ان کے حق میں دعائے بد کرنا پڑی۔

(۴۴) قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا۔ — (نوح نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھے جھٹلاتے ہی چلی جا رہی ہے تو تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ ہی کر دے۔

(ایضاً)

(۴۵) فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ۔ (القمر ۔ ع ۱) — (نوح نے) اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں۔ تو تو ہی انتقام لے لے۔

(۴۶) قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ۔ — (نوح نے) عرض کی کہ اے میرے پروردگار تو بدلہ لے کہ یہ مجھے جھٹلاتے ہی جاتے ہیں۔

(المؤمنون ۔ ع ۲)

(۴۷) وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا۔ — (اے میرے پروردگار) ان نافرمانوں کی گمراہی اور بڑھا ہی دیجیو۔

(نوح ۔ ع ۲)

(۴۸) وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ (ایضاً) — نوح نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار کافروں میں سے ایک بھی زمین پر بسنے والا مت چھوڑیو۔

(۴۹) وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا۔ (ایضاً) — اور ان نافرمانوں کی ہلاکت تو بڑھا ہی دیجیو۔

نوح کے بعد ایک قدیم ترین نبی جلیل حضرت ابراہیم خلیل گزرے ہیں۔ آپ کی دعو

توحید کا جواب آپ کی قوم نے یہی دیا کہ انہیں مار ڈالو، یا آگ میں جھونک دو۔

(۵۰) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ۔	ان کی قوم کا تو بس یہی جواب تھا کہ کہیں یہ لوگ کہ انہیں مار ڈالو یا انہیں (آگ میں) جلادو۔

(العنکبوت۔ ع ۳)

اور تو اور خود آپ کے والد بھی آپ کی جان کے لاگو ہوگئے، اور بولے تو یہ بولے۔

(۵۱) أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا۔ (مریم۔ ع ۳)	اے ابراہیم کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو؟ اگر تم باز نہ آئے تو میں تم پر پتھراؤ کردوں گا، اور تم مجھ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے

الگ رہو۔

قوم نے بالآخر یہی طے کیا کہ آپ کو جلتی آگ کی بھٹی میں ڈال دیا جائے کہ اپنے دیوتاؤں کی حمایت و نصرت کا یہی ایک طریقہ ہے۔ چنانچہ اس پر عمل بھی کیا۔ مگر آپ کو اللہ نے اپنی قدرت سے محفوظ رکھا، اور منکرین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

(۵۲) قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ۔ (الانبیاء۔ ع ۵)	وہ لوگ بولے کہ ان کو آگ میں جلا دو اور اپنے دیوتاؤں کا بدلہ لے لو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔ ہم نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور باعث سلامتی ہو جا ابراہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ابراہیم کو گزند پہنچانا چاہا، تو ہم نے انہیں کو ناکام کردیا۔

آپ کے بھتیجے لوط نبی تھے۔ ان کا استقبال بھی حسب معمول تکذیب ہی سے ہوا۔

(۵۳) كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ۔	قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی

(القمر۔ ع ۲)

اور آپس میں یہ ٹھانی کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے۔

(۵۴) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۔

ان لوگوں کے پاس بس یہی جواب تھا کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوطؑ والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔

(النمل - ع ۴)

اور اسے اس مطالبہ اخراج از وطن کو آپؑ کے سامنے پوری ڈھٹائی سے پیش کیا۔

(۵۵) قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ۔

وہ لوگ بولے کہ اے لوطؑ اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تم جلاوطن ہو کر رہو گے۔

(الشعراء - ع ۹)

پیغمبر کی عزت و تکریم کیا معنی آپؑ کی امت کے لوگ برابر آپؑ کی توہین و تضحیک کرتے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک بار جب آپؑ کے ہاں کچھ مہمان خوش شکل لڑکوں کی صورت میں آئے اور آپؑ کے اوباش صفت ہم قوم آپؑ کے پاس یلغار کر کے آ گئے، تو آپؑ نے اپنی زبان سے فرمایا بھی کہ۔

(۵۶) قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ ۔

آپ نے کہا کہ یہ تو میرے مہمان ہیں تو تم مجھے فضیحت نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

(الحجر - ع ۵)

قدیم پیغمبروں میں سے ایک حضرت ہودؑ ہوتے ہیں جو قوم عاد کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آپؑ کی بھی دعوت کا جواب قوم کی طرف سے تکذیب اور گستاخانہ تکذیب کی صورت میں ملا۔ چنانچہ وہ بولے۔

(۵۷) إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۔ (الاعراف - ع ۹)

ہم تو تم کو بے عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم تم کو بے شک جھوٹوں میں سمجھتے ہیں۔

بلکہ وہ دیدہ دلیری سے بولے۔

(۵۸) فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۔ (الاعراف ع۹ ۔ احقاف ع۳)

تو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو وہ لے آؤ۔ اگر تم سچے ہو۔

اور جہل وجمود کی چٹان پر قدم جما کر یوں گویا ہوئے۔

(۵۹) يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ○ إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۔ (ہود ع۵)

اے ہود تم ہمارے سامنے کوئی نشان تو لائے نہیں۔ ہم تو تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں ہم تو یہی کہیں گے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تم کو کسی برائی میں مبتلا کر دیا ہے۔

اور اس سے بڑھ کر گستاخی ملاحظہ ہو۔

(۶۰) قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ○ إِنْ هَٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ۔ (الشعراء ع۷)

بولے کہ ہمارے لئے یکساں ہے۔ تم نصیحت کرو یا نہ کرو ہم بہر حال سمجھنے کے نہیں یہ (جو تم کہتے) ہو تو بس اگلوں کی ایک (عام) عادت ہے۔

غرض یہ کہ یہ قوم برابر نافرمانی وسرکشی پر اڑی رہی۔

(۶۱) وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ ۔ (ہود ع۵)

یہی (قوم) عاد تھی جو اپنے پروردگار کی نشانیوں کا انکار کرتی رہی۔ اور اپنے رسولوں کی نافرمانی کرتی رہی۔

حضرت ہودؑ کے بعد ہی دوسرے نبی بزرگ حضرت صالحؑ ہوئے ہیں جن کی مخاطب قوم ثمود تھی۔ آپ کا استقبال بھی ٹھیک ایسی ہی گستاخیوں سے ہوا۔

(۶۲) وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ

یہ لوگ اپنے پروردگار کے حکم سے سرتابی بھی کرتے رہے اور بولے کہ اے صالح جس (عذاب)

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ (الاعراف ع ۱۰) — کی دھمکی دیتے ہو وہ لے آؤ اگر تم (واقعی) پیغمبر ہو۔

پہلے بے یقینی اور استعجاب سے آپ کی دعوت کو سنا اور بولے تو یہ بولے کہ ہمیں تو اس کا یقین ہے ہی نہیں۔

(۹۳) قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۔ (ہود ع ۶)

بولے اے صالح تم تو اس سے پہلے ہم میں بڑے ہونہار تھے کیا تم ہم کو ان معبودوں کی عبادت سے روکتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم تو اس کی طرف سے بڑے شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر گستاخانہ انکار میں درشتی ہی ہوتی گئی۔

(۹۴) قَالُوْآ اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ (الشعراء ع ۸)

بولے کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے تم تو بس ہمارے ہی جیسے ایک بشر ہو۔ کوئی معجزہ لے آؤ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو۔

اب گستاخیاں بڑھتی ہی چلی گئیں۔

(۹۵) قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۔ (النمل ع ۴)

بولے ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔

ایسی والی چالیں طرح طرح کی اپنے پیمبر کے مقابلہ میں چلے۔ یہاں تک کہ خدائی تدبیر نے بالآخر ان کا قلع قمع کر دیا۔

(۹۶) وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا — اور وہ بھی ایک چال چلے، اور ہم بھی ایک چال

مَكَرُوا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ۔ (النمل ع۴)

چلے۔ ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔

پیغمبر کے مقابلہ میں تکذیب کے ساتھ ساتھ ان کی زبان کی بدلگامی بھی انتہا کو پہنچ گئی۔

(۶۷) كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ فَقَالُوٓا أَبَشَرًا وَّاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ إِنَّآ إِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ۔ (القمر ع۲)

ثمود نے پیغمبروں کی تکذیب کی اور بولے کہ کیا ہم ایسے شخص کی پیروی کرنے لگیں جو ہماری ہی جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے۔ ایسا ہوا تو ہم بڑی ہی غلطی اور جنون میں پڑ گئے۔ کیا ہم میں وحی بس اسی پر نازل ہوئی ہے؟ نہیں بلکہ یہ شخص بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔

آخر ایک اونٹنی بطور معجزہ کے ان کے سامنے لائی گئی۔ اس کی قدر انہوں نے یہ کی کہ الٹا اسی کو ذبح کر ڈالا، اور اسی کے ساتھ اپنا خاتمہ بھی بلا لیا۔

(۶۸) كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰىهَآ إِذِ انۢبَعَثَ أَشْقٰىهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا۔ (الشمس)

قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر تکذیب کی جبکہ اس قوم کا سب سے بڑا بدذات اٹھ کھڑا ہوا۔ اس پر اللہ کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔ دیکھو اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا لیکن انہوں نے پیغمبر کو جھٹلا دیا، اور اس اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا تو ان کے پروردگار نے اس معصیت کے سبب ان پر ہلاکت نازل کی۔ اور واسے ان پر پھیلا دیا۔

ایک قدیم پیغمبر حضرت شعیبؑ ہوئے ہیں۔ جن کی بعثت مدین والوں کی طرف ہوئی تھی۔ آپؑ کی قوم بھی ویسی ہی منکر و مکذب و معاند نکلی۔ زعم و استکبار کے ساتھ یہ لوگ بولے کہ ہم تمہاری ہستی ہی کیا سمجھتے ہیں تمہارے قبیلہ کا تھوڑا بہت لحاظ ہے ورنہ ہم تو تمہیں سنگسار کر کے چھوڑتے۔

(۶۹) قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ۔ (ہود - ع ۸)

وہ بولے کہ اے شعیب، تمہاری کہی ہوئی باتیں بہت سی تو ہماری سمجھ میں آتی نہیں اور ہم تم کو اپنے درمیان میں کمزور دیکھ رہے ہیں، تمہارے کنبہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم تم پر پتھراؤ کر چکے ہوتے اور تم کچھ ہم پر زبردست تو ہو نہیں۔

کبھی اس سنگساری کے علاوہ، دھمکی جلاوطنی کی بھی ملتی۔

(۷۰) لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا۔ (الاعراف - ع ۱۱)

اے شعیب، ہم تم کو اور تم پر ایمان لانے والے تمہارے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکال کر رہیں گے نہیں تو تم ہمارے مذہب کی طرف واپس آجاؤ۔

اور کبھی یہ کہنے لگے کہ تم اپنے خاصے سحر زدہ ہو، اور ہمارے ہی جیسے ایک بشر، اور اگر ایسے ہی بڑے سچے ہو۔ تو لاؤ، یہ کرو کہ آسمان ہمارے اوپر پھٹ پڑے۔

(۷۱) قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ۔ (الشعراء - ع ۱۰)

بولے کہ تم تو جادو کے مارے ہوئے ہو اور بجز اس کے اور ہو کیا کہ ہم ہی جیسے ایک بشر ہو۔ ہم تو تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ اور اگر سچے ہو تو ہمارے اوپر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا کر دکھا دو۔

غرض گستاخیوں، بدزبانیوں، بدسلوکیوں کا کوئی دقیقہ ایسا نہیں جو بزرگ سے بزرگ پیمبروں کے حق میں نالائقوں نے اٹھا رکھا ہو۔

حضرت موسیٰ کو سلسلۂ انبیاء میں جو امتیاز خصوصی حاصل ہے، اس سے کون ناواقف ہے؟ لیکن آپ کی جو شدید مخالفت ہوئی ہے وہ بھی ایک معلوم و معروف تاریخی حقیقت

ہے۔ قرآن مجید نے بھی اسے بڑی وضاحت و تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آپؑ کو جس وقت منصب پیغمبری تفویض ہو رہا ہے۔ اور معجزات عطا ہو رہے تھے، آپؑ کی طبیعت اسی وقت کھٹکی۔ اور بجائے اس کے کہ آپؑ کو اپنے پیغمبرانہ اقتدار پر زعم و اعتماد ہو جاتا، کہ اب جو کچھ بھی چاہوں گا، فرشتوں کے ذریعہ کرا لوں گا، الٹے آپؑ نے بارگاہ باری میں عرض و معروض کرنا شروع کر دی۔

(۴۲) قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ۔ (الشعراء - ع ۲)
عرض کی کہ اے پروردگار! مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

(۴۳) اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ۔ (القصص - ع ۴)
مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔

اور اسی تکذیب و مخالفت کے ڈر سے نیز اپنی قابلیت تبلیغ میں کمی محسوس فرما کر آپؑ نے درخواست بحضور اپنے رفیق کار کے اپنے بھائی ہارونؑ کی پیغمبری کے لئے پیش کر دی۔

(۴۴) وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی هٰرُوْنَ۔ (الشعراء - ع ۲)
میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے۔ اور میری زبان نہیں چلتی۔ تو ہارون کے پاس بھی وحی بھیج دے۔

(۴۵) وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْ۔
میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے، تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دے کہ وہ میری تصدیق کریں۔

بلکہ آپؑ کو تو اندیشہ اس کا بھی تھا کہ وہ لوگ آپؑ کو ہلاک ہی کر دیں گے۔

(۴۶) قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ۔ (ایضاً)
عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں نے ان میں سے ایک شخص کا خون کر دیا تھا، سو مجھے اندیشہ

ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔

(۷۷) وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ۔ (الشعراء - ع ۱)
میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے، سو مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔

بلکہ موسیٰ و ہارونؑ دونوں پیغمبروں نے مل کر بھی یہی عرض کیا ہے۔

(۷۸) قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ۔ (طٰہٰ - ع ۲)
دونوں نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ (فرعون) ہم پر زیادتی کر بیٹھے یا یہ کہ وہ زیادہ شرارت کرنے لگے۔

بہت سے پیغمبروں کے بعد جب حضرت موسیٰ و ہارونؑ کی بعثت قوم فرعون کی طرف ہوئی، تو ان سرکشوں نے بجائے قبول حق کے، ان کی دعوت توحید کا جواب اسی طرح دیا، جیسے مشرک قومیں برابر دیتی چلی آتی ہیں۔

(۷۹) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ۔ (یونس - ع ۸)
ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ و ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو ان لوگوں نے اکڑ کا اظہار کیا اور یہ لوگ تھے ہی مجرم۔

ان فرعونیوں نے بجائے برکت کے الٹے نحوست کا الزام ان مقدس ہستیوں پر لگا دیا۔

(۸۰) وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ۔ (الاعراف - ع ۱۶)
اور انہیں جب کوئی بدحالی پیش آجاتی تو نحوست موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی بتلاتے۔

اور حضرت موسیٰؑ سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم چاہے جیسے عجائب ظاہر کرو، ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں، اور ان عجائب کو وہ سحرکاری کا ثمرہ تو سمجھتے ہی تھے۔

(۸۱) وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ
وہ بولے کہ تم کیسی ہی عجیب بات سامنے لاؤ، جس کے ذریعہ اپنا جادو ہم پر چلاؤ، ہم تم پر

بِمُؤْمِنِيْنَ۔ (ایضاً) — ایمان لانے کے نہیں۔

اور فرعون کو تو یہ کہہ دینے میں ذرا تامل نہ ہوا، کہ تم جادو زدہ ہو۔

(۸۱) فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا (بنی اسرائیل۔ ع ۱۲) — فرعون نے اُن سے کہا کہ اے موسیٰ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تم جادو زدہ ہو۔

اور اس نے منصوبے اس کے باندھے کہ ساری قوم اسرائیل کو بشمول ان کے پیمبر حضرت موسیٰ کے اپنے ملک سے باہر نکال دے۔

(۸۲) فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔ (ایضاً) — (فرعون نے) چاہا کہ ان لوگوں کے قدم اس سرزمین سے اکھاڑ دے۔

آپ کے ہاتھوں خوارق و معجزات، سب کچھ صادر ہوتے رہے۔ فرعون کی طرف سے تکذیب و انکار ہی جاری رہا۔ اور دھاندلی یہاں تک رہی کہ یہ مصر رہا کہ یہ ساحری و پیام حق، موسیٰ سحر کے زور سے میری حکومت کا تختہ الٹنے ہی کو آئے ہیں۔

(۸۳) وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى۔ (طٰہٰ۔ ع ۳) — اور ہم نے فرعون کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھا دیں لیکن وہ جھٹلاتا ہی رہا۔ اور انکار ہی کرتا رہا۔ اور بولا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے ملک سے جادو کے زور سے نکال دو۔

فرعونیوں نے آپس میں ٹھہرائی تو یہی کہ موسیٰ و ہارونؑ دونوں جادوگر ہیں۔ اور یہی چاہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ملک سے بے دخل کر دیں اپنے جادو کے زور سے۔

(۸۵) قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ (طٰہٰ۔ ع ۳) — بولے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے جادو سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال دیں اور تمہارے عمدہ طریقے کو مٹا کر رہیں۔

اپنی قوت و اقتدار کے گھمنڈ میں فرعون نے پرشتی اور سختی کر دی اور پیغمبرِ حق کو ساحر یا مجنون تک کہہ دیا۔

(۸۶) فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ۔ (الذاریات - ع ۲)

فرعون اپنی قوت (کے زعم) میں اس سے پھر گیا اور بولا کہ (موسیٰ) یا ساحر ہیں یا مجنون۔

غرض یہ کہ اس نے رسولِ برحق کی ہر طرح مخالفت ہی کی۔

(۸۷) فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ۔ (المزمل - ع ۱)

غرض فرعون نے رسول کی نافرمانی کی۔

اور آپ کی بات کی تصدیق کرنا کیا معنی، اُلٹے اس نے آپ کو ناشکر گزاری کے طعنے دیئے۔

(۸۸) قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (الشعراء - ع ۲)

وہ بولا کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا، اور تم اپنی عمر میں برسوں ہمارے درمیان رہا سہا نہیں، اور تم نے وہ حرکت بھی کی جو کی تھی۔ اور تم بڑے ناشکرے ہو۔

آپ کی تقریرِ توحید اس نے اپنے درباریوں کو سنوائی، اور طنز سے کہا کہ ذرا ان کی سنو!

(۸۹) قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ (الشعراء - ع ۲)

اپنے گرد و پیش والوں سے بولا کہ تم (ان کی) سنتے ہو؟

اور ان لوگوں کے سامنے بھی اپنی تشخیص، جنونِ موسوی کو دہرایا۔

(۹۰) قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ۔ (ایضاً)

وہ کہنے لگا کہ یہ تمہارے رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ مجنون ہیں۔

اور پھر پلٹ کر حضرت موسیٰؑ سے بولا کہ خبردار! جو تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا، تو تمہیں جیل ہی میں بند کر دوں گا۔

(۹۱) قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ۔ (الشعراء ـ ع ۲)

بولا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تمہیں جیل ہی بھیج دوں گا۔

اور جب آپ نے اس کی فرمائش پر عصا اور ید بیضا کے معجزے بھی دکھا دیئے۔ جب تو اس کو یہ سوجھی کہ یہ فن سحر ہونے کی جیسے ایک اور دلیل ہاتھ آ گئی۔ اور اپنے درباریوں سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کارروائی عمل میں لائی جائے۔

(۹۲) قَالَ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ○ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۔ (الشعراء ـ ع ۲)

اپنے گرد و پیش کے درباریوں سے بولا کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال ہی دے۔ تو اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟!

اور ایک فرعون کیا معنی، سارے فرعونیوں کی یہی تشخیص رہی کہ پیام موسیٰ کسی گہرے سحر ہی کا نتیجہ ہے۔

(۹۳) قَالُوا مَا هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۔ (القصص ـ ع ۴)

وہ لوگ بولے کہ یہ بس گھڑا ہوا سحر ہی تو ہے اور ہم نے (آج تک) اپنے باپ دادا سے تو یہ سنا نہیں۔

آخر طے یہ پایا کہ دعوت موسوی کے مقابلہ کے لئے وقت کے سب سے زیادہ مؤثر حربے کو کام میں لایا جائے، یعنی ماہرانِ فن سحر کی مڈبھیڑ ان پیمبرانِ برحق سے کرا دی جائے اور فرعون نے اس کا انتظام شروع کیا۔

(۹۴) فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتٰى ۔ (طٰہٰ ـ ع ۳)

پھر فرعون پلٹ، پھر اپنی چال کا سامان درست کرنا شروع کیا، پھر آیا۔

آپس میں یہ لوگ بولے کہ بس اب یہ معرکہ سر کر لو۔

(۹۵) فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى۔ (طٰہٰ ـ ع ۳)

اب مل جل کر اپنی تدبیر کا انتظام کر لو اور صف بستہ ہو کر آؤ۔ اور آج بھلا اسی کا ہوگا جو غالب رہے گا۔

پیغمبر برحق نشان پر نشان دکھاتے رہے۔ لیکن فرعون برابر انکار و سرکشی و استکبار اور اپنے دعویٰ ربوبیت پر اڑا رہا۔ اور موسیٰ سے مقابلے کا پورا سامان کئے گیا۔

(۹۶) فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى فَكَذَّبَ وَعَصٰى ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى فَحَشَرَ فَنَادٰى فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ (النازعات ـ ع ۱)

پھر موسیٰ نے اسے بڑی نشانی دکھائی، تو بھی وہ جھٹلاتا اور نافرمانی کرتا رہا۔ پھر وہ کوشش کرتا ہوا پھر گیا۔ پھر اس نے لوگوں کو جمع کیا اور پکار کر کہا اور کہا کہ میں تمہارا پروردگار اعظم ہوں۔

اہل دربار نے مشورہ دیا کہ ان دونوں بھائیوں کو کچھ دن کے لئے ٹالے رکھئے اور اس درمیان میں ہرکاروں کو بھیج کر مملکت عالیہ سے ماہرین فن سحر کو ان سے مقابلے کے لئے بلا لیجئے

(۹۷) قَالُوْا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ۔ (الشعراء ـ ع ۳)

انہیں اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس بلا حاضر کریں

جادوگروں کی ٹولی اکٹھی ہوئی۔ میدان پڑا گیا۔ حق بجز میں ساحروں کو شکست فاش اور حضرت موسیٰ کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ جادوگر بے اختیار موسیٰ کے قدموں پر گر پڑے اور توحید کے قائل ہو گئے۔ فرعون اس پر بھی اپنی اسی ضد پر قائم رہا۔ اور جادوگروں کو مخاطب کر کے بولا کہ تم تو موسیٰ سے ملے ہوئے ہو اور انہیں کے چیلے۔

(۹۸) اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ (الشعراء ـ ع ۳)

تم موسیٰ پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ ضرور یہ تم سب کا گرو ہے جس نے تم کو جادو کی تعلیم دی ہے سو تمہیں ابھی

مزا معلوم ہوا جاتا ہے۔

اس پر حضرت موسیٰؑ والی تحریک کے علاوہ بھی شہنشاہ مصر و مظہر خدا فرعون نے ہر طرح اپنے غیظ و غضب کا مظاہرہ داعیان حق پر کیا۔

(۹۹) فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ وَاِنَّھُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ۔ (الشعراء - ع ۳)

پھر فرعون نے شہروں میں جاسوس دوڑائے کہ یہ لوگ (موسیٰ کی جماعت والے) ایک چھوٹی سی ٹولی ہیں۔ انھوں نے ہمیں بہت ہی غصہ دلایا ہے۔

طرح طرح کے دوسرے ظلم و ستم ان پر توڑنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ اصحاب موسیٰؑ کو یہ مناجات اپنے حق میں کرنا پڑی۔

(۱۰۰) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۔ (یونس - ع ۹)

اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کے سہارے ان کافر لوگوں سے نجات دے۔

غرض ساری ہی تبلیغی جدوجہد کے بعد بھی حضرت موسیٰؑ کی بات کی کسی نے تصدیق نہ کی۔ بجز ایک مٹھی بھر جماعت کے۔

(۱۰۱) فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓی اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ۔ (ایضاً)

تو موسیٰ پر ان کی قوم میں سے صرف تھوڑے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ انہیں آزار نہ پہنچائے۔

اور خود حضرت موسیٰؑ کو ہر طرح عاجز و مایوس ہو کر عذاب الٰہی کی بددعا فرعون اور فرعونیوں کے حق میں کرنا پڑی۔

(۱۰۲) وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَیْتَ

اور موسیٰ نے عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار

فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔

(یونس - ع ۹)

تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں، اے ہمارے پروردگار اسی واسطے دے رکھے ہیں کہ وہ تیری راہ سے گمراہ کرتے رہیں۔ اے ہمارے پروردگار ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، تو یہ ایمان نہ لانے پائیں، یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔

عام اور مستقل روش فرعونیوں کی حضرت موسیٰؑ کی دعوت کے ساتھ تمسخر ہی کی رہی۔ جب کبھی عذاب الٰہی کی جھلک دیکھتے تو ذرا دیر کے لئے جھکتے اور حضرت موسیٰؑ کی خوشامد میں لگ جاتے، لیکن جونہی عذاب ٹل جاتا، اور گرفت خداوندی ڈھیلی ہو جاتی، تو پھر ان کی سرکشی پھر ابھر آتی اور اسی ڈھٹائی سے وہ پیغمبر حق کا مقابلہ کرنے لگتے۔

(۱۰۳) فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ۔ (الزخرف - ع ۵)

جب موسیٰ ان کے یعنی فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ لگے اُن پر ہنسنے۔ اور ہم ان کو جو بھی نشانی دکھاتے تھے، وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہی ہوتی تھی، اور ہم نے ان کو عذاب کی گرفت میں لیا، تاکہ وہ باز آجائیں۔ وہ لوگ بولے کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے پروردگار سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔ پھر

ہم نے ان سے وہ عذاب ہٹایا، اور جبھی انہوں نے عہد توڑ دیا۔

اور یہ صورت ایک بار نہیں، بار بار پیش آتی رہی۔

(۱۰۴) وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ۔ (الاعراف - ع۱۶)

اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہنے لگتے کہ اے موسیٰ اپنے پروردگار سے ہمارے لئے اس بات کی دعا کرو جس کا انہوں نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اگر تم نے اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیا تو ہم ضرور تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے۔ اور بنی اسرائیل کو بھی ضرور آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔ پھر جب ہم اُن سے اس عذاب کو ایک خاص وقت تک کہ اس تک ان کو پہنچنا تھا۔ ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔

حضرت موسیٰ کی تحقیر تو فرعون کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی ہی اس کو اس نے اپنی رعایا میں بھی پھیلایا۔ اپنی قوم کے سامنے یہ اعلان کیا کہ

(۱۰۵) أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ۔ (الزخرف - ع۵)

بلکہ میں افضل ہوں اس شخص سے جو حقیر ہے اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا۔

سب کی رائے یہی ٹھہری کہ یہ داعی حق تو کاذب ہے۔ بس اس پر ایمان لانے والوں کے لڑکوں کو تو ہلاک کر دو۔ اور عورتوں کو زندہ رہنے دو۔

(۱۰۶) فَقَالُوا سٰحِرٌ كَذَّابٌ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

وہ لوگ بولے کہ یہ ساحر ہے۔ جھوٹا ہے۔ تو جب وہ ان لوگوں کے پاس دین حق ہماری طرف سے

اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۔
(المؤمن ۔ ع ۳)

لے کر آئے تو ان لوگوں نے کہا کہ جو شخص ان کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو مار ڈالو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔

سرداروں اور اہلِ دربار نے کہا کہ یہ موسیٰ اپنے ساتھیوں سمیت کب تک آزاد پھرتا رہے گا اور سرکاری رعیت اور حکومت کی توہین کرتا رہے گا؟ فرعون نے جواب میں یہی کہا کہ ہم ان لوگوں کی اولاد نرینہ کو جیتا بھی نہ چھوڑیں گے، آخر اقتدار ہمارا ہی ہے۔

(۱۰۷) وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ۔ (الاعراف ع ۱۵)

فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کئے رہیں (فرعون نے) کہا کہ (نہیں) ہم ان کے بیٹوں کو ہلاک کرنا شروع کرتے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم ہر طرح ان پر زور رہے۔

بلکہ اب تو حضرت موسیٰ فرعون کی نظر میں واجب القتل ٹھہر چکے تھے اس لئے کہ وہ (بہ قول اس کے) ملک میں فساد پھیلا رہے تھے اور نظامِ دین کو درہم برہم کر رہے تھے۔

(۱۰۸) وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ۔ (المؤمن ۔ ع ۳)

اور فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارے دین کو بگاڑ دے گا یا ملک میں فساد برپا کرے گا۔

فرعون بالآخر اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا اور سمندر میں اس کی غرقابی ہوئی، لیکن حضرت

موسیٰ و ہارونؑ دو دو پیغمبروں سے اتنی شدید گستاخیوں اور بے ہودگیوں کے بعد۔

اور خیر فرعون تو ایک بے دین اور خدائی کا مدعی تھا، خود اپنی قوم بنی اسرائیل کی طرف سے حضرت موسیٰؑ کو جو کچھ پیش آیا، وہ ہرگز آپؑ کے مرتبۂ نبوت کے شایانِ شان نہ تھا۔ آپؑ کہاں تو اسرائیلیوں کو فرعون کے تسلط سے نجات دلانے کی فکر میں مستغرق رہتے تھے۔ کہاں خود ان لوگوں نے بجائے اظہارِ محبت کے الٹی طعنہ زنی شروع کی۔

(۱۰۹) قَالُوا أُوذِينَا مِن قَبْلِ أَن تَأْتِيَنَا وَمِن بَعْدِ مَا جِئْتَنَا۔ (الاعراف۔ ع ۱۵)

یہ بولے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے، تمہارے آنے سے پہلے بھی اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔

آپؑ سے مطالبہ اس کا کیا، کہ ہمیں خدا کا مشاہدہ کرا دیجیے، تب ہم آپؑ کو سچا جانیں گے۔

(۱۱۰) يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً۔ (البقرۃ۔ ع ۶)

اے موسیٰ ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں خدا کو کھلم کھلا۔

ایک موٹی سی بات یہ کہ آپؑ نے ایک گائے کی قربانی کا ان کو حکم خداوندی پہنچایا، اس تک کا انہوں نے یقین نہ کیا، بلکہ گستاخانہ بولے۔

(۱۱۱) أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا۔ (البقرۃ۔ ع ۸)

کیا تم ہم سے تمسخر کرتے ہو۔

آپؑ نے مصر سے باہر لا کر، اور فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر، جب ارضِ فلسطین میں جہاد کا حکم دیا۔ تو گستاخانہ جواب دیا۔

(۱۱۲) قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ۔ (المائدہ۔ ع ۴)

بولے کہ اے موسیٰ وہاں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، ہم ہرگز وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جائیں۔ تو بے شک ہم جانے کو تیار ہیں۔

لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ۔ (طٰہٰ۔ ع ۴) | (معبود) بنالیا۔ جو ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی۔

حضرت ہارونؑ۔ جو آپؑ کی قائم مقامی کر رہے تھے۔ اپنی والی سمجھاتے رہے کہ یہ کیا غضب کر رہے ہو۔

(۱۲۹) يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ۔ (طٰہٰ۔ ع ۴) | اے میری قوم والو! تم اس کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو۔ تمہارا پروردگار تو رحمٰن ہے۔ سو تم میری پیروی کرو۔ اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔

وہ بھلا اُن کی کیا سنتے۔ بولے تو یہ بولے۔

(۱۳۰) لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى۔ (طٰہٰ۔ ع ۵) | ہم تو اس پر جمے بیٹھے رہیں گے۔ یہاں تک کہ موسیٰ ہمارے پاس واپس آجائیں۔

اس سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے حضرت ہارونؑ کے ساتھ گستاخ دستیوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انہیں خود اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے واپس آ کر جب اُن سے مواخذہ کیا ہے تو بیچارے نے بیان کیا کہ قوم تو میری دشمن بلکہ آمادۂ قتل ہو گئی تھی۔

(۱۳۱) ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الاعراف۔ ع ۱۸) | اے میرے ماں جائے (بھائی) قوم نے تو مجھ کو بے حقیقت سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل ہی کر ڈالیں تو تم مجھ پر (ان) دشمنوں کو مت ہنسواؤ۔ اور نہ مجھ کو ظالم لوگوں کے ذیل میں شمار کرو۔

قارون بھی مصری و قبطی نہ تھا۔ آپؑ کی قوم اسرائیل ہی کا ایک سرمایہ دار فرد تھا۔ لیکن اس نے بھی آپؑ کی شریعت سے سرتابی کی اور قرآن مجید نے اس کا عبرتناک انجام بیان کیا ہے۔

(۱۳۲) اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ۔ (القصص۔ ع ۸) | قارون موسیٰ کی برادری ہی سے تھا۔ سو اس نے ان لوگوں کے مقابلہ میں زیادتی اختیار کی۔

اور بھی طرح طرح کے الزامات آپؑ پر لگانے والے آپؑ ہی کے قوم والے تھے۔ آپؑ کی صفائی خود حق تعالیٰ نے پیش فرمائی۔ اور مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی کہ قوم موسیٰؑ کی ریس نہ کریں۔

(۱۳۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ | اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں

اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۔ (الاحزاب ـ ع ۹) — نے موسیٰ کو اذیت دی۔ سو ان کو اللہ نے ان لوگوں کی تہمت سے بری ثابت کر دیا۔

سلسلۂ اسرائیل کے خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ مسیح ہوئے ہیں۔ آپ کی بھی قوم کے بڑے حصے نے آپ کی دعوت کا استقبال مخالفت ہی سے کیا اور آپ کو اپنے رفیقوں مددگاروں کے لئے پکار کرنا پڑی۔

(۲۴) كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۔ (الصف ـ ع ۲) — جیسا عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اللہ کے لئے میرا کون مددگار ہوتا ہے۔ حواری بولے کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ تو ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے (آپ پر) ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا۔

بعض انہیں حواریوں اور انصار اللہ کے سوا، باقی امت مخالفت شدید پر کمربستہ رہی، اور دشمنی کی آخری حد تک بھی پہنچ جانے سے نہ چوکی۔

(۲۵) فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ..... وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۔ (آل عمران ـ ع ۵) — جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو بولے کوئی ہے جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے ... (ادھر) مخالفین تو یہ چالیں چلے اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر سے کام لیا۔ اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اپنے خیال میں تو ان لوگوں نے آپ کو صلیب ہی پر چڑھا ڈالا تھا، اور اپنے اس کارنامہ کو فخر سے بیان کرتے تھے۔ اور حضرت کے نسب پر گندہ حملہ اس پر مستزاد۔

(۲۶) وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ (النساء ـ ع ۲۲) — اور ان (اسرائیلیوں) کے کفر کے باعث اور حضرت مریم پر ان کے بھاری بہتان رکھنے کے باعث، اور ان کے اس قول کے باعث کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو مار ڈالا۔

جب یہ سنت سارے انبیاء کی رہ چکی ہے، تو خاتم الانبیاء کے حق میں کیوں نہ پوری ہوتی بلکہ آپ کے حق میں تو وہ اوروں سے بڑھ کر پوری ہوئی۔

یہ شخصیص تو مخاطبین کی عام تھی کہ آپ (نعوذ باللہ) یہ کلام گھڑ کر لائے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کے اس دعوے کو بار بار دہرایا ہے اور ساتھ ہی اس کو رد کیا ہے۔

(۱۲۷) أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ (یونس ۔ ع ۴) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس (قرآن) کو گھڑ لیا۔

(۱۲۸) (ہود ۔ ع ۲) " " "

(۱۲۹) (السجدہ ۔ ع ۱) " " "

(۱۳۰) (الاحقاف ۔ ع ۱) " " "

ہر طرح آپ کو امین و صادق جاننے کے باوجود دعوٰی اور معجزے کے سبب کہتے کہ

(۱۳۱) إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ۔ (المؤمنون ۔ ع ۳) یہ شخص تو بس ایسا ہے کہ اس نے خدا پر ایک گھڑنت گھڑ لی۔ اور ہم اس پر ایمان لانے کے نہیں۔

اور پھر ترقی کر کے یہ بھی کہا کہ ان کی اس گھڑنت میں شریک کچھ اور لوگ بھی ہیں۔

(۱۳۲) وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۔ (الفرقان ۔ ع ۱) جو لوگ کفر اختیار کئے ہوئے ہیں یوں بولے کہ یہ تو بس ایک گھڑنت ہے جو انہوں نے گھڑ لی ہے اور اس میں ان کی مدد کچھ اور لوگوں نے کی ہے۔

اور اس میں شک پر یہ بھی لگا دیا کہ یہ تو اگلوں کی داستانیں ہیں جو انہوں نے کسی سے لکھوا لی ہیں۔ اور (وہ ان پر) صبح و شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔

(۱۳۳) وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۔ (الفرقان ۔ ع ۱) اور یہ لوگ بولے کہ یہ تو اگلوں کی داستانیں ہیں جو انہوں نے لکھوا لی ہیں اور وہ ان پر صبح و شام پڑھ دی جاتی ہیں۔

آگے تشخیص کی تفصیل میں اختلاف ہوتا۔ اکثر تو یہ کہتے کہ یہ اثر سحر کا ہے۔

(۱۳۴) فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۔ (المدثر ۔ ع ۱) (کافر) کہنے لگا کہ یہ تو بس جادو ہے جو چلا آتا ہے اور یہ تو بس انسان ہی کا کلام ہے۔

اور اپنی عقل پر نازاں ہو کر کہتے کہ ہم سحر پر ایمان کیسے لائیں۔

(۱۳۵) وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ۔ (الزخرف ۔ ع ۳) اور جب حق ان کے پاس آگیا تو بولے کہ یہ تو سحر ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔

کھلی ہوئی آیتوں کے سننے کے بعد ان کی تعبیر سحر ہی سے کرتے۔

(۱۳۶) وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ اور جب انہیں ہماری کھلی ہوئی آیتیں پڑھ کر سنائی